www.pklibrary.com

مریم عزیز

رہ گزر کی مسافتیں

مکمل ناول

بریانی کو دم دینے کے بعد اس نے کاؤنٹر پر پھیلا کچرا اسمیٹا اور سنک میں رکھے برتن دھو کے کاؤنٹر کو تولیے سے صاف کیا۔ فریج کھول کر اس نے ایک نظر ساری تیار چیزوں کو دیکھا۔ ٹرائفل، رائتہ، سلاد فروٹ چاٹ سب تھے۔ اس نے مطمئن انداز میں گہرا سانس لیا۔

ہلکی سی دستک دے کر اس نے دروازہ کھولا تو اے سی کی ٹھنڈک اس کے تپتے چہرے سے ٹکرائی تھی۔ اس نے بے اختیار آنکھیں بند کر کے جیسے اس احساس کو محسوس کیا تھا اور اگلے ہی پل اس نے آنکھیں کھول کر قدم آگے بڑھائے۔

سونیا بھابھی ڈریسنگ ٹیبل کے آگے بیٹھی اپنے چہرے کی کلینزنگ کر رہی تھیں۔ انہوں نے شیشے میں دروازے سے اندر آتی، عنایہ کو دیکھا تو تیزی سے چلتے ان کے ہاتھ رک گئے تھے اور ان کی سوالیہ نظریں محسوس کر کے ان کے قریب جاتی عنایہ کے قدم بھی رک گئے تھے۔ انہوں نے ابرو اچکا کر سوالیہ نظروں سے شیشے میں نظر آتی عنایہ کو دیکھا۔

"بھابھی! میں نے سب تیار کر دیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ جواب دے کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھیں تو وہ ایک نظر انہیں دیکھ کر مڑ گئی تھی۔

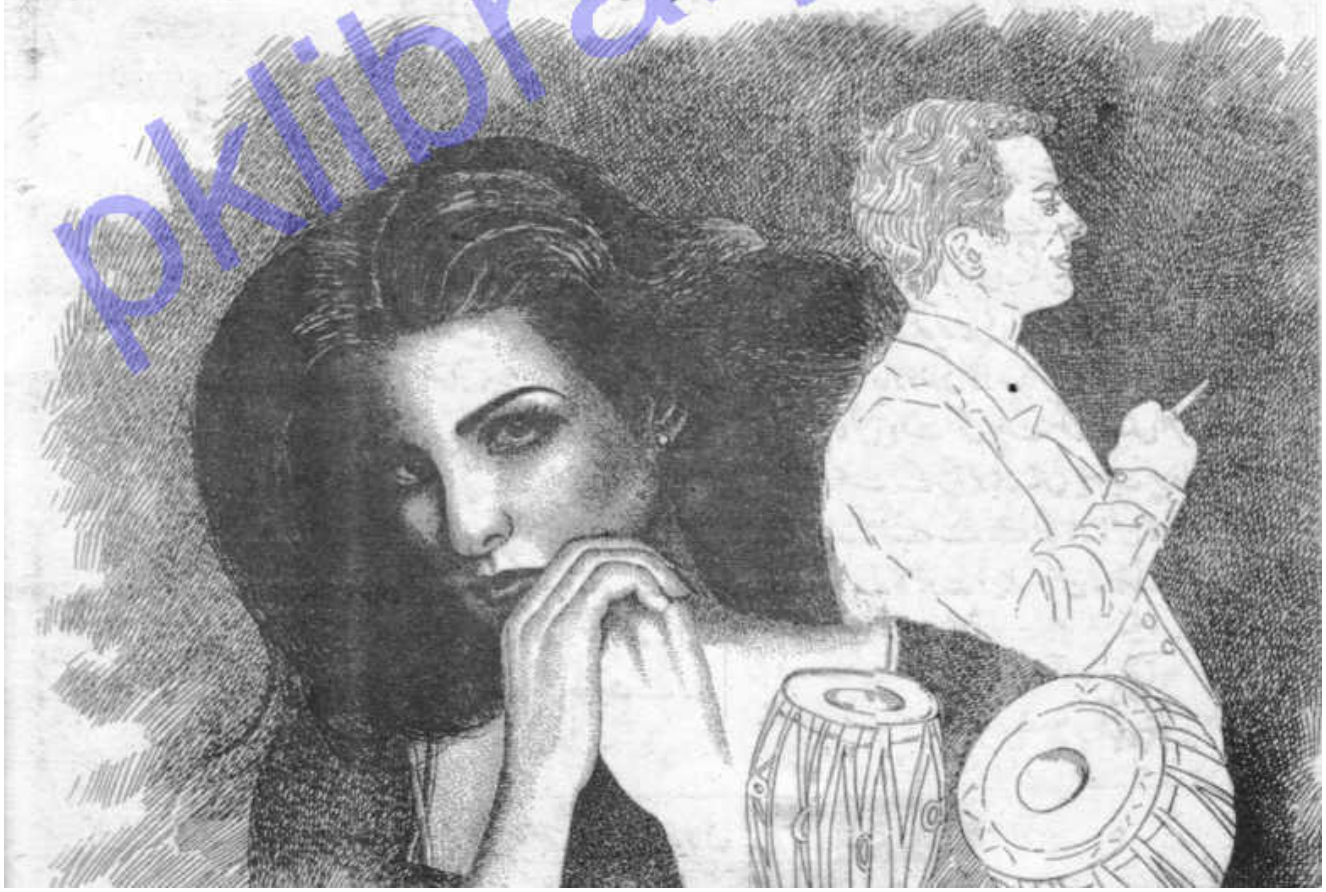

pklibrary.com

اسلام علیکم!
ہمیں اپنے Blog kitabdost
http://kitabdostpk.blogspot.be
اور readingpoint
http://readingpointpk.blogspot.be
کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے ناولز
لکھ سکیں جو خواتین و حضرات شوقین ہیں وہ
ہمیں اپنی تحریر (ناول،ناولٹ،افسانہ قسط وار ناول)
اس میل آی ڈی پہ سینڈ کر سکتے ہیں
maisrasultan@gmail.com
فیس بک پہ بھی اس میل کے زریعے رابطہ کریں

www.pklibrary.com

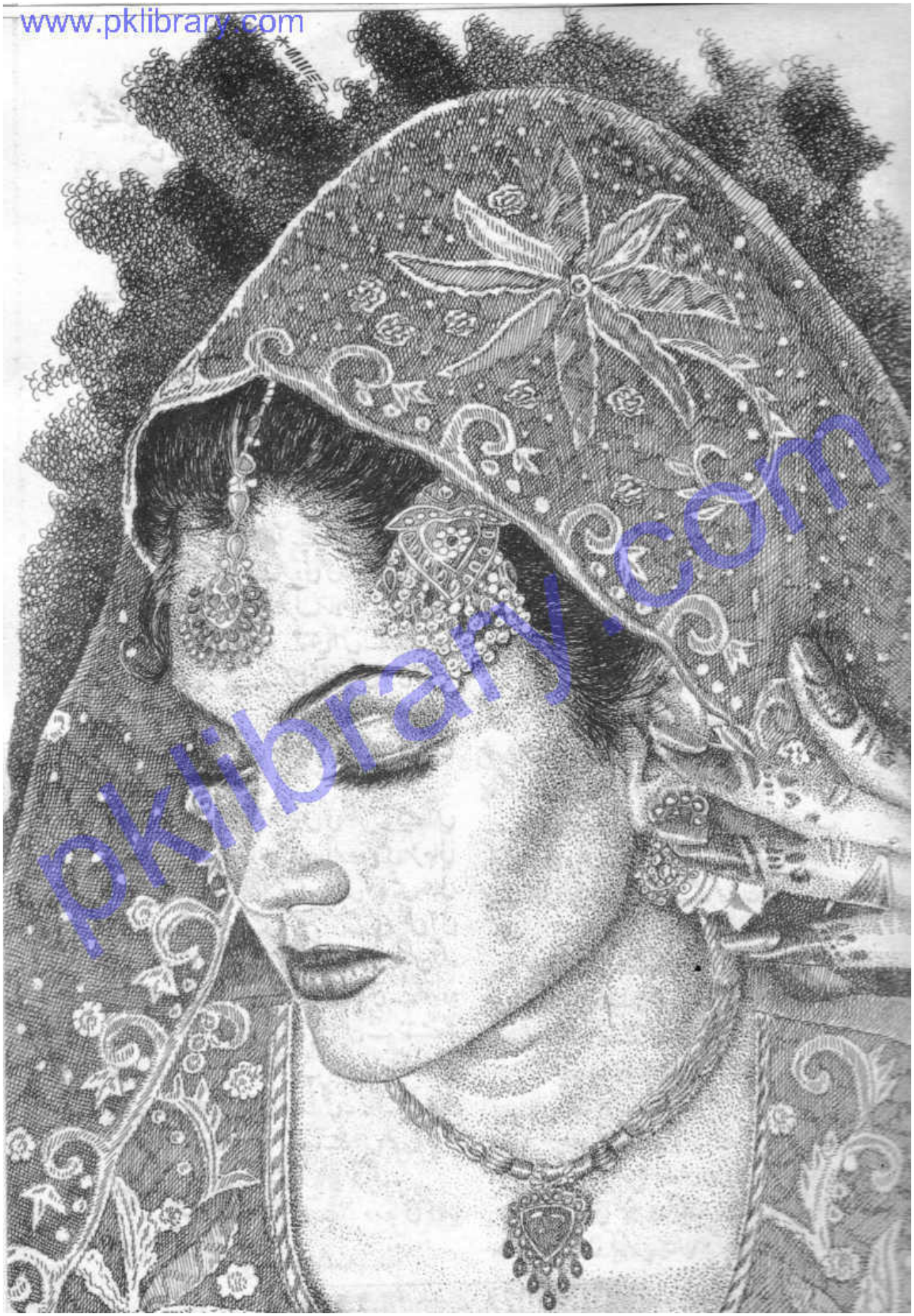

pklibrary.com

www.pklibrary.com

"عنایہ!" ان کے آواز دینے پر وہ مڑ کر انہیں دیکھنے لگی تھی۔

"میں نے بتول کو بھی کال کر دی ہے، وہ کھانا سرو کر کے برتن بھی دھو جائے گی۔ لیکن پلیز تم چائے کا ارینجمنٹ خود دیکھ لینا۔"

"جی!" وہ اثبات میں جواب دے کر کمرے سے نکل آئی۔

کمرے میں آ کر وہ پسینہ سکھانے کے لیے پنکھے کے نیچے بیٹھ گئی اور کتنی دیر غائب دماغی سے سامنے دیوار کو دیکھتی رہی تب ہی اس کی نظر دیوار پر لگی گھڑی پر پڑی اور وہ تیزی سے کھڑی ہو گئی۔ نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ وہ الماری سے کپڑے نکال کر باتھ روم میں گھس گئی تھی۔

وہ نیچے آئی تو مہمان آ چکے تھے بتول نہ صرف آ چکی تھی بلکہ ٹیبل بھی سیٹ کر دی تھی۔ وہ اپنی ساری تسلی کر کے ڈرائنگ روم کی طرف سلام کرنے کی نیت سے آئی لیکن اندر داخل ہوتے ہی اس کے نہ صرف قدم رکے تھے بلکہ چہرے کے تاثرات بھی بڑی تیزی سے بدلے تھے۔

"آؤ عنایہ!" اس کو دیکھ کر سونیا بھابھی خوش دلی کے ساتھ بولی تھیں۔

سامنے بیٹھی تینوں ہستیوں کی نظریں جیسے اس کے وجود کے آر پار ہو رہی تھیں۔ اگر وہ یونہی مڑ جاتی تو بھابھی اس بات کو پکڑ کر پورا ہفتہ اس کو باتیں سناتی رہتیں۔ وہ دھیمی آواز میں سلام کر کے باہر نکل آئی اسے اتنا پتا تھا بھابھی کی کوئی سہیلی آ رہی ہے لیکن اگر اسے پتا ہوتا کہ اس دوست کو وہ بھی جانتی ہے اور وہ بھی بہت اچھی طرح تو وہ کبھی یوں ان کے سامنے نہ جاتی۔ وہ دروازے کے قریب کھڑے ہو کر اپنے اڑے ہوئے حواس بحال کرنے لگی۔ کیونکہ نبیل بھائی گھر آ چکے تھے۔ وہ ان کے سامنے اس طرح جا کر مزید کسی نئی سچویشن کو ہوا نہیں دینا چاہتی تھی۔

"یہ تمہارے ساتھ رہتی ہے؟" وہ جانتی تھی یہ سوال کس نے کیا ہے۔

"فی الحال تو یہیں ہے۔" سونیا بھابھی کی اکتائی ہوئی آواز آئی تھی۔

"ہمت ہے تمہاری جو اسے اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے تم نے۔" یہ اب دوسری آواز تھی۔

"ہمت تو خیر بہت ہے مجھ میں۔" سونیا بھابھی کی اترائی ہوئی آواز آئی "لیکن مجبوری بھی ہے۔ نبیل کی بہن ہے وہ بھی لاڈلی، سو وقتاً فوقتاً محبت کے دورے پڑتے رہتے ہیں، پر میں بھی اب سمجھ گئی ہوں کہ یہ کھیل ہی منافقت کا ہے۔ میں بھی اب نبیل کے سامنے بہت اچھی بھابھی کا رول پلے کرتی ہوں۔"

"تو عنایہ کچھ نہیں بتاتی نبیل کو؟"

"نہیں، اب وہ وقت نہیں رہا کہ وہ جو کہتی تھی وہی ہوتا تھا۔ اب وقت بدل چکا ہے۔ وہ ناقابل اعتبار ہو چکی ہے اور وہ خود بھی یہ جانتی ہے اس لیے خاموش رہتی ہے۔"

عنایہ کا ڈر، دکھ میں ڈھل گیا آنسو جو آنکھوں میں جمع تھے گالوں پر پھیل گئے تھے۔

"شادی کروا دو اس کی۔" تیسری آواز آئی تھی۔ "ہوں، کون کرے گا اس سے شادی۔ خاص طور پر تب جب کہ اس کا ماضی اتنا شاندار ہے۔" سونیا بھابھی کے طنزیہ انداز میں کاٹ تھی اور وہ اس کاٹ سے لہولہان ہو رہی تھی۔ وہ تیزی سے آنسو صاف کرتی ہوئی وہاں سے ہٹی تھی۔ لاؤنج خالی تھا، وہ بھاگتی ہوئی سیڑھیاں عبور کر کے کمرے میں آ گئی تھی۔

☆☆☆

دروازے پر دستک ہوئی تھی لیکن وہ ایسے ہی لیٹی رہی۔ لیکن جب دستک میں تیزی آئی تو اسے اٹھنا پڑا دروازہ کھولتے ہی اسے رمیض کا چہرہ نظر آیا۔

"کیا بات ہے پھوپھو! شام سے رات ہو گئی، آپ اب تک کمرے میں بند ہیں۔ کھانا بھی نہیں کھایا۔ طبیعت ٹھیک ہے آپ کی۔" بولتے بولتے اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ چونک گیا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے پھوپھو۔" وہ نو سال کا بچہ اسے دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔

www.pklibrary.com

"میں ٹھیک ہوں، بس سر میں تھوڑا درد ہے۔" وہ کنپٹی کو مسلتے ہوئے بولی۔

"میں ماما سے آپ کے لیے میڈیسن لے کر آؤں۔" اس کی پریشانی دیکھ کر وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔ "نہیں بیٹا! میں ٹھیک ہوں۔ تم جاؤ، صبح اسکول بھی جانا ہے۔"

"لو میں بھول گیا۔ پاپا نے آپ کو بلایا ہے۔" وہ ایک دم سر پر ہاتھ مارتا ہوا بولا۔

"ٹھیک ہے، تم جاؤ میں آتی ہوں۔" اس کے کہنے پر وہ سر ہلا کر مڑ گیا تھا۔

منہ اچھی طرح دھو کر وہ نیچے آئی تو نبیل بھائی چائے پیتے ہوئے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ اس پر نظر پڑتے ہی پہلے وہ مسکرائے لیکن اس کے قریب آنے پر ان کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی۔ سونیا نے بغور یہ منظر دیکھا تھا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟" نبیل نے پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھ دیا۔

"میں ٹھیک ہوں بھائی!" وہ سر جھکا کر بولی۔

"لگ تو نہیں رہا ٹھیک ہو۔ آنکھیں سوجی ہوئی ہیں تمہاری، جیسے روتی رہی ہو۔" وہ بغور اسے دیکھ رہے تھے۔

صرف ایک لمحے کی گھبراہٹ تھی جو سونیا کے چہرے پر آئی تھی۔ اگلے ہی پل وہ اٹھ کر عنایہ کے قریب آ کر بیٹھ گئی اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں نے آپ کو بتایا تھا نا آج سارا دن عنایہ کچن میں مصروف رہی۔ اتنا منع کیا میں نے لیکن آپ کو پتا ہے نا، اس کو کوکنگ کا کتنا شوق ہے۔" انہوں نے کہنے کے ساتھ اسے خود سے لپٹا لیا۔

"بتول کہاں تھی؟" وہ اب بھی سنجیدہ تھے۔

"وہ آج لیٹ آئی تھی۔" جواب سونیا کی طرف سے آیا تھا۔

"عنایہ! جب بتول ہے تو تمہیں کیا ضرورت ہے اتنی گرمی میں خود کو خوار کرنے کی۔"

اب وہ کیا کہتی آپ کی بیوی کو میں کچن میں ہی اچھی لگتی ہوں۔ لیکن وہ سوچ ہی سکی کہہ نہیں سکی۔

"اب آرام کرو اور کوئی ضرورت نہیں خود کو تھکانے کی۔" وہ اس کا سر تھپک کر کھڑے ہو گئے اور ان کے ساتھ وہ بھی کھڑی ہو گئی۔

"بھائی! مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔"

"ہاں بولو۔" وہ رک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔

"بھائی میں نوید بھائی کی طرف جانا چاہتی ہوں۔" "کیوں خیریت؟" وہ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"صبح سعدیہ بھابھی کی کال آئی تھی۔ وہ اداس ہو رہی تھیں اور پھر مجھے یہاں آئے کافی دن ہو گئے ہیں اس لیے میں سوچ رہی تھی کل چلی جاؤں۔"

"ٹھیک ہے، میں کل تمہیں چھوڑ آؤں گا۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

ان کے جانے کے بعد وہ سونیا پر نظر ڈالے بغیر تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

"گھر تو بہت خوب صورت ہے بھابھی۔" سارا گھر دیکھنے کے بعد وہ ستائشی انداز میں بولی تو سعدیہ نے مسکرا کر اس کا چہرہ دیکھا اور پھر کتنی دیر تک دیکھتی رہیں۔

"ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں بھابھی؟"

"کتنی ویک لگ رہی ہو۔"

"اچھا!" وہ دھیمے سے مسکرائی۔ "آپ کو لگ رہا ہے ورنہ میں تو ہٹی کٹی ہوں خیر مجھے چھوڑیں۔ آپ یہ بتائیں دل لگ گیا آپ کا؟"

"ہاں، اچھا ہے سب، مارکیٹ بھی قریب ہے گھر کے تھوڑا آگے پارک ہے۔ شام میں، میں اور سبین اکثر واک پر چلے جاتے ہیں۔ تمہارے بھائی کا آفس بھی قریب ہے اور سبین کا کالج بھی۔"

وہ سر ہلا کر پالک کے پتے چننے لگی جو سعدیہ لے کر آئی تھیں۔

"تمہارے ساتھ سونیا کا رویہ ٹھیک تھا؟"

www.pklibrary.com

پالک کے پتے جمع کرتا اس کا ہاتھ ایک لمحے کے لیے رکا تھا۔

"جی ٹھیک تھا اور ویسے بھی میں اب عادی ہوگئی ہوں ان کے رویے کی۔" وہ خود کو نارمل ظاہر کرنا چاہتی تھی لیکن آزردگی پھر بھی اس کے لہجے سے جھلک رہی تھی۔

"ہاں، کتنی عادی ہو گئی ہو، وہ نظر آ رہا ہے۔" سعدیہ کو اس کا جھوٹ بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ لیکن وہ کیا کرتی، بتا کر بھی کچھ حاصل نہ تھا۔

"چھوڑیں یہ باتیں میں آپ کو اپنے ہاتھ کی چائے پلواتی ہوں۔ یقیناً آپ نے مس تو کی ہوگی۔"

"ایسی ویسی!" سعدیہ مسکرا کر بولیں۔

"میں نے پوری کی پوری عنایہ کو مس کیا تھا۔ تمہارے بھیا کا حکم تھا تم نیپل کی طرف چلی جاؤ۔ میرے بس میں ہوتا تو تمہیں کبھی وہاں جانے نہ دیتی۔"

عنایہ نے پیار سے انہیں دیکھا وہ جانتی تھی وہ سچ کہہ رہی ہیں۔ وہ مسکراتی ہوئی اٹھ گئی تھی۔

☆☆☆

رات کو شاید بارش ہوئی تھی۔ اس لیے موسم خوش گوار ہو گیا تھا۔ اس نے یونہی لیٹے لیٹے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ آسمان پر کالے بادلوں کا راج تھا۔ وہ اٹھ کر بالوں کو جوڑے کی شکل دے کر کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوگئی۔ سامنے ہی پارک تھا جہاں دور تک پھیلا سبزہ آنکھوں کو عجیب سا سکون دے رہا تھا۔ اکا دکا لوگ ٹریک پر واک کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ صبح کے چھ بج رہے تھے۔ منہ دھو کر جب وہ نیچے آئی سب سو رہے تھے۔ وہ کچھ دیر تو تذبذب کی کیفیت میں کھڑی رہی پھر کچھ سوچ کر واپس مڑی تب ہی بھابھی جمائی لیتے ہوئے اپنے کمرے سے باہر آئی تھیں اور اس پر نظر پڑتے ہی وہ حیران ہوئی تھیں۔

"خیریت ہے؟" انہوں نے اسی حیرت سے پوچھا۔

"باہر اچھا موسم لگ رہا تھا تو میں نے سوچا۔ کچھ دیر پارک چلی جاؤں۔"

"ارے تو اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے۔"

"وہ میں نے سوچا، پہلے بھائی سے پوچھ لوں۔" وہ کچھ جھجک کر بولی۔ سعدیہ کو اس کا چہرہ دیکھ کر ترس آیا تھا۔

"عنایہ ان باتوں کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں تم جاؤ، میں خود انہیں بتا دوں گی۔" انہوں نے اس کا گال تھپتھپایا تو وہ سر ہلا کر باہر نکل گئی۔

باہر کا موسم واقعی بہت خوش گوار تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے ساتھ بارش کی ہلکی سی پھوار نے موڈ خوش گوار کر دیا تھا۔ وہ سب بھلائے بس قدرت کی رعنائیوں کو محسوس کرتے ہوئے واکنگ ٹریک پر ہلکے ہلکے چل رہی تھی۔ کچھ لوگ اسی کی طرح چہل قدمی کر رہے تھے۔ جبکہ کچھ لوگ دوڑتے ہوئے اس سے آگے نکل رہے تھے تب ہی دائیں طرف دیکھتے ہوئے اسے عجیب سا احساس ہوا تھا۔

گھاس پر چلتا وہ شخص نیچے کی طرف جھکا کچھ تلاش کر رہا تھا اس کے انداز میں تیزی کے ساتھ اضطراب اسے دور سے ہی محسوس ہو رہا تھا۔ وہ سر جھٹک کر وہاں سے گزر جانا چاہتی تھی لیکن وہ چند قدم چلی تھی جب اس نے اس شخص کو لڑکھڑا کر بیٹھتے ہوئے دیکھا اور اب کی بار وہ خود کو روک نہیں سکی تھی۔ بھاگنے والے انداز میں وہ ان کے قریب آئی تھی جو جھکے گہرے گہرے سانس لے رہے تھے۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" وہ پریشانی سے انہیں دیکھنے لگی جو بمشکل سانس لے رہے تھے۔

انہوں نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور ہاتھ سے اشارہ کیا عنایہ نے ان کا اشارہ دیکھا لیکن وہ سمجھ نہیں سکی۔ انہوں نے دوبارہ ہاتھ کو بند کر کے اسے منہ سے لگایا تو عنایہ کو ایک سیکنڈ لگا تھا سمجھنے میں کہ انہیں اسٹھیما کا اٹیک ہوا تھا اور یقیناً وہ پمپ کی بات کر رہے تھے۔ وہ تیزی سے اٹھی اور متلاشی نظروں

www.pklibrary.com

سے اردگرد دیکھنے لگی اور وہ اسے چند قدم کے فاصلے پر بنچ پر پانی کی بوتل کے ساتھ مل گیا۔

وہ دونوں چیزیں اٹھا کر ان کی طرف بھاگی تھی اور تیزی سے ان ہیلر پمپ ان کے ہاتھ میں دیا۔ دو تین مرتبہ ان ہیلر لینے سے وہ اب قدرے نارمل انداز میں سانس لے رہے تھے۔ عنایہ بغور انہیں دیکھ رہی تھی جن کی متغیر کیفیت اب نارمل ہو رہی تھی۔

عنایہ نے پانی کی بوتل ان کی طرف بڑھائی اب کے انہوں نے چونک کر اسے دیکھا اور بوتل اس کے ہاتھ سے لے لی ایک گھونٹ پی کر انہوں نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"بہت شکریہ!" وہ بمشکل مسکرا کر بولے تو عنایہ نے گہرا سانس لیا۔

"اب ٹھیک ہیں آپ۔" انہیں اٹھتا دیکھ کر وہ بے ساختہ بولی۔

"میں اب ٹھیک ہوں نیک دل پری!" ان کے شگفتہ انداز پر پہلے وہ حیران ہوئی اور پھر بے ساختہ جھینپ کر مسکرا دی۔

"میں نے پہلے کبھی یہ چہرہ نہیں دیکھا یہاں؟" وہ اب بھی اسے دیکھ رہے تھے۔

"جی میں کل ہی یہاں آئی ہوں۔ وہ سامنے میرا گھر ہے۔" اس نے انگلی سے سامنے اشارہ کیا۔

"نوید طاہر کے گھر۔" ان کے کہنے پر اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"آپ بھائی کو جانتے ہیں؟"

"اچھا تو تم نوید کی بہن ہو؟" وہ الٹا اس سے پوچھنے لگے۔

"بھائی کو کیسے جانتے ہیں؟" وہ الجھ کر بولی۔

"میں اس سوسائٹی کا چیئرمین ہوں اور دوسرا جس کنٹرکشن کمپنی سے نوید نے یہ گھر خریدا ہے وہ ہماری ہے اس لیے۔" وہ اب نارمل انداز میں بات کر رہے تھے۔

"پڑھتی ہو؟" ان کے سوال پر اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"تو کیا کرتی ہو؟"

"کچھ بھی نہیں۔" یہ کہتے ہوئے وہ کچھ شرمندہ سی نظر آئی۔

"ارے بھئی اس میں شرمندہ ہونے والی کیا بات ہے جو کچھ بھی نہیں کرتے، وہ کمال کرتے ہیں۔"

"آپ یہاں رہتے ہیں؟"

"ہاں یہیں اے بلاک میں صبح یا کبھی شام میں واک کرتا ہوں۔ ہارٹ پیشنٹ ہوں نا تو ڈاکٹر کہتے ہیں چلتے پھرتے رہیں تو دل بھی ٹھیک رہے گا اوپر سے اسٹھیما کا مسئلہ موسم سرد ہو تو یہ مسئلہ اور بھی تنگ کرتا ہے۔ آج بھی موسم سرد ہونے کی وجہ سے اٹیک کا مسئلہ ہوا، واک کرتے ہوئے مجھے دھیان نہیں رہا۔ چیزیں بینچ پر ہی رہ گئیں اگر آج تم نہ آتیں تو میں اللہ کو پیارا ہو گیا تھا۔"

"اللہ نہ کرے۔" وہ بے ساختہ بولی اور انہوں نے بھی بے ساختہ اسے دیکھا اور پھر مسکرا دیے۔

"نیک دل پری! تم نے اپنا نام تو بتایا نہیں۔"

"عنایہ۔"

"عنایہ!" انہوں نے دہرایا۔ "بڑا پیارا نام ہے بالکل تمہاری طرح خوب صورت۔"

اب کی بار عنایہ مسکرائی نہیں، یوں کوئی غیر آدمی اس کی تعریف کرے اسے اچھا نہیں لگا۔ اس کا چہرہ سخت ہو گیا تھا۔

"میں چلتی ہوں۔"

"تم سے مل کر اچھا لگا عنایہ! کیا کل آؤ گی؟"

ان کے پوچھنے پر عنایہ نے مڑ کر سنجیدہ نظروں سے انہیں دیکھا اور جواب دیے بغیر مڑ گئی اور تیز قدموں سے چلتی ہوئی گیٹ کی طرف بڑھنے لگی۔ اسے پرواہ نہیں تھی اس کی بدتہذیبی کا اگلے بندے پر کیا اثر پڑتا ہے۔

☆☆☆

"نہیں آئی سین۔" اسے اکیلا آتا دیکھ کر سعدیہ بھابھی نے پوچھا۔

www.pklibrary.com

''کہہ رہی ہے بھوک نہیں ابھی لاؤنج میں گئی ہے بھائی کے پاس۔'' سعدیہ غصے سے کاؤنٹر کی طرف مڑ گئیں۔

''اس لڑکی کی بھی مجھے سمجھ میں نہیں آتی سب کھانا کھا چکے ہیں اب اس کے لیے علیحدہ گرم کروں۔ میں نے تو سارا کھانا ڈونگے میں ڈال کر فریج میں رکھ دیا ہے۔ اب خود کھالے گی۔'' وہ غصے سے بولتی جارہی تھیں جبکہ وہ پیچھے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ تبھی سبین اندر آئی تھی۔

''پھوپھو! آپ کو پاپا بلا رہے ہیں۔'' سبین کے کہنے پر پہلے وہ حیران ہوئی اور پھر پریشان ہو کر سعدیہ کو دیکھنے لگی وہ بھی کچھ حیران تھیں پھر اسے پریشان دیکھ کر مسکرا دیں۔

''جاؤ سن آؤ بات..... میں بھی آرہی ہوں۔'' ان کا انداز تسلی دینے والا تھا وہ جب اندر آئی وہ ٹی وی دیکھ رہے تھے۔

''آؤ عنایہ'' ان کی آواز کے ساتھ ان کا انداز بھی سنجیدہ تھا اور ان کے اسی انداز سے ان کی جان جاتی تھی۔ وہ خاموشی سے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''تم آج پارک گئی تھیں؟''

عنایہ کا سانس رک سا گیا تھا وہی ہوا جس کا ڈر تھا تبھی بھابھی تیزی سے اندر داخل ہوئیں اور بغور شوہر کا چہرہ دیکھا۔

''جی بھائی! میں بھابھی سے پوچھ کر گئی تھی۔''

''آج مجھے راحت صاحب ملے تھے۔'' وہ الجھ کر انہیں دیکھنے لگی۔ ''بتا رہے تھے صبح ان کی طبیعت کافی خراب ہوگئی تھی اور تم نے ان کی مدد کی، تمہارا بہت شکریہ ادا کر رہے تھے۔ کہہ رہے تھے تم ایک دم اچانک وہاں سے چلی گئی تھیں کہ وہ تمہارا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکے۔ اس لیے انہیں میرے آفس آنا پڑا۔''

بات ختم کر کے وہ اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔

''مجھے تم سے اتنے روڈ بی ہیویئر کی امید نہیں تھی عنایہ! وہ بزرگ تھے کیا تمہیں ان کے ساتھ ایسا کرنا چاہیے تھا۔ کیا سوچتے ہوں گے وہ تمہارے بارے میں، خاص طور پر میرے بارے میں میرے اچھے ٹرمز ہیں ان کے ساتھ۔ وہ اس سوسائٹی کے چیئرمین ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بنا کے رکھی جاتی ہے نا کہ بگاڑ کے۔'' ان کو مسلسل بولتا دیکھ کر سعدیہ کو ٹوکنا پڑا۔

''انہوں نے کیا عنایہ کی شکایت کی ہے؟''

''نہیں، وہ تو تعریف کر رہے تھے لیکن ان کا یہ کہنا کہ وہ کچھ کہے بغیر اچانک چلی گئی مجھے اس بات پر اعتراض ہے۔''

''آپ خود تو کہہ رہے ہیں۔ وہ اچھے انسان ہیں۔ میرا نہیں خیال انہوں نے مائنڈ کیا ہوگا لیکن پھر بھی اگر آپ کو لگتا ہے تو عنایہ کل جا کر ان سے ایکسکیوز کر لے گی۔''

عنایہ نے چونک کر سعدیہ کی طرف دیکھا جنہوں نے آنکھ سے اشارہ کیا تھا تو اس نے دوبارہ نوید بھائی کی طرف دیکھا جو دوبارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے انہیں ہمیشہ اپنی بات سے مطلب ہوتا تھا وہ اپنے مطلب کی بات کر چکے تھے جس کا مطلب تھا۔ محفل برخاست۔ وہ گہرا سانس لے کر اٹھ گئی۔

☆☆☆

''السلام علیکم!'' کی آواز پر انہوں نے مڑ کر دیکھا اور پیچھے کھڑی عنایہ کو دیکھ کر وہ نہ صرف مسکرائے بلکہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

''وعلیکم السلام جیتی رہیں۔'' انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟'' عنایہ کے پوچھنے پر وہ مسکرا دیے۔ ''اللہ کا شکر ہے، تم سناؤ۔''

''میں ٹھیک ہوں۔'' وہ کہہ کر ادھر ادھر دیکھنے لگی کہ کیسے بات شروع کرے۔

''میں ایکچوئلی آپ سے سوری کرنے آئی تھی۔ اس دن میں ایسے ہی چلی گئی۔''

اس کی بات سن کر وہ ہنس دیے تھے۔

''نیور مائنڈ بیٹا! مجھے بالکل برا نہیں لگا۔ بلکہ اچھا لگا ایک لڑکی کو ایسا ہی محتاط ہونا چاہیے، ضروری تو نہیں کہ

www.pklibrary.com

اگر عمر زیادہ ہے تو انسان شریف ہی ہو۔"

ان کے انداز پر اس نے بے ساختہ ان کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر دھیمی دھیمی مسکراہٹ تھی۔

"ہاں لیکن میں ایک شریف انسان ہوں۔"

اس کی مسکراہٹ وہ دیکھ چکے تھے۔ اس لیے وہ جلدی سے بولے تو وہ کھل کر مسکرائی تھی۔

اور یہیں سے ان کی دوستی کا آغاز ہوا تھا وہ اب اکثر شام کو جب بھی پارک آتی راحت صاحب پہلے سے موجود ہوتے وہ بہت دلچسپ باتیں کرتے تھے۔ وہ دونوں واک کرنے کے ساتھ سیاست، کھیل، ڈراموں، پرانی فلموں پر بات کرتے۔ اپنی اپنی رائے دیتے۔ وہ جو ہمیشہ اپنے خول میں رہتی تھی۔ اب باتیں کرنے لگی تھی اور وہ خود حیران ہوتی تھی کہ وہ اتنا اچھا بول سکتی ہے۔ اور یقیناً یہ راحت انکل کے دوستانہ مشفقانہ رویے کی وجہ سے تھا۔

☆☆☆

سبین اور رمیض لڈو کھیل رہے تھے۔ کھیل کم شور زیادہ کر رہے تھے وہ مسکراتی ہوئی اندر آ گئی۔ نبیل بھائی کی پروموشن ہوئی تھی۔ اسی لیے نوید بھائی نے ان کی دعوت کی تھی۔ وہ کھل کر مسکرا رہی تھی۔ اپنے موڈ میں تبدیلی وہ خود بھی محسوس کر رہی تھی۔ وہ نبیل بھائی کا لایا ہوا گفٹ کھول رہی تھی جب اسے خود پر کسی کی نظروں کا احساس ہوا تھا، اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا سونیا بھابھی کی گہری نظریں اس پر جمی تھیں۔

"کیا بات ہے عنایہ! بڑی خوش نظر آ رہی ہو بلکہ نکھری نکھری لگ رہی ہو۔ کیا بات ہے؟"

وہ آنکھیں مٹکا کر بولیں تو اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔ اس نے گھبرا کر ساتھ بیٹھی سعدیہ کو دیکھا۔

"ماشاء اللہ کہو سونیا! اللہ اسے یونہی خوش رکھے اور نکھرنے کی کیا بات کی تم نے۔ ماشاء اللہ عنایہ شروع سے ہی خوب صورت ہے۔"

"جی بھابھی! صحیح کہا آپ نے، یہ سارے کمال اسی خوب صورتی کے کیے دھرے ہیں۔" اب کے سعدیہ نے سنجیدہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"جاؤ عنایہ ٹرائفل لے آؤ۔ سونیا کو میٹھا کھانے کی اشد ضرورت ہے۔"

سعدیہ بھابھی کے طنزیہ انداز پر بھی سونیا کی مسکراہٹ میں کوئی فرق نہیں آیا تھا وہ ڈش لے کر جب لاؤنج میں آ رہی تھی جب سونیا بھابھی کی بات سن کر وہی رک گئی۔

"اوہو بھابھی! آپ تو فضول میں برا مان رہی ہیں۔ میں نے عنایہ کو کیا برا کہا۔ اتنا گلو کر رہی تھی۔ پوچھ لیا مجھے لگا شاید اسے پتا چل گیا ہے کہ حماد پاکستان آ گیا ہے۔ اسی خوشی میں اتنا روپ آیا ہے۔"

"خدا کا واسطہ ہے سونیا! آہستہ بولو۔" سعدیہ بھابھی کا انداز گھرکنے والا تھا۔ "نوید نے اس کا نام بھی سن لیا تو ہنگامہ کھڑا کر دیں گے اور حماد کا یہاں کیا ذکر، ہمارا واسطہ کیا ہے اس شخص سے۔"

"آپ کا نہیں لیکن عنایہ کا تو تھا نا؟"

"تم ہوش میں تو ہو نا سونیا!" اب بھابھی کی غصیلی آواز آئی۔ "وہ رشتہ تھا۔ اب ہے نہیں، اس لیے فضول مت بولو اور عنایہ کے سامنے ایسا کوئی ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ عنایہ کی زندگی کا وہ باب ختم ہو گیا۔"

وہ مزید سن نہیں سکی اور اپنے کمرے میں آ گئی۔ ساری خوشی غارت ہو گئی تھی۔

"یہ ماضی اس کی جان کیوں نہیں چھوڑتا۔" اس نے دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

☆☆☆

"میری سمجھ میں نہیں آتا انکل کہ لوگ کسی کی خوشی برداشت کیوں نہیں کرتے۔ کیوں بار بار ان کے زخموں کو کریدتے ہیں۔ جن کو مندمل کرنے کے لیے وہ دن رات کوشاں ہوتے ہیں۔ اپنا آپ مار ڈالو پھر بھی وہ معاف نہیں کرتے۔ ان کے لفظوں میں اتنی کڑواہٹ ہوتی ہے کہ وہ اگلے انسان کے وجود تک کو کڑوا کر دیتے ہیں۔"

www.pklibrary.com

وہ آج بہت دل برداشتہ تھی اس نے آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دیے تھے لیکن اس کا لہجہ اس کے اندر کا درد بیان کر رہا تھا۔ راحت صاحب جو کب سے اس کی خاموشی کی وجہ پوچھ رہے تھے۔ اس کے کہنے پر کتنی دیر تک کچھ بول نہیں سکے پھر سر جھٹک کر مسکرا کر اسے دیکھا۔

"عنایہ! یہ دنیا ہے، دنیا کی مثال ایک درانتی کی سی ہے۔ درانتی جانتی ہو نا۔ ایک ایسا اوزار جس کے دونوں کونے نوکیلے ہوتے ہیں یہ دنیا بھی ایسی ہے کسی کو کسی بھی حال میں معاف نہیں کرتی اگر یہاں رہنا ہے تو باتوں کو درگزر کرنا سیکھو میں نہیں جانتا کس بات نے تمہیں اپ سیٹ کیا ہے لیکن یہ جانتا ہوں کسی اپنے کی بات ہے جو تم اتنا ہرٹ ہوئی ہو۔ یہ بھی کچھ عجیب نہیں کیونکہ انسان کو سب سے زیادہ تکلیف اس کے اپنے ہی دیتے ہیں کیونکہ وہ ان سے امیدیں وابستہ کر لیتا ہے اور اپنے ہی ہوتے ہیں جو جانتے ہیں کہ آپ کو کس چیز سے تکلیف پہنچتی ہے غیروں کو کیا مطلب، انہیں کیا پتا آپ کا ٹریگر پوائنٹ کیا ہے۔ جہاں تک میں تمہیں سمجھا ہوں تم ایک اچھی اور بہادر لڑکی ہو۔"

ان کے کہنے پر وہ جو بہت غور سے انہیں سن رہی تھی مسکرا دی۔

"غلط کہہ رہا ہوں؟" اس کے مسکرانے پر وہ رک کر بولے۔

"میں نہ بہادر ہوں اور نہ اچھی۔"

"تمہیں ایسا لگتا ہے مجھے نہیں۔" وہ اپنی بات پر زور دے کر بولے۔ "دیکھو بیٹا! غلطیاں سب سے ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے تم سے بھی ہوئی ہو۔ لیکن غلطیوں کو سدھارا جاتا ہے نہ کہ ان میں رہ کر خود کو ڈی گریڈ کیا جاتا ہے، جو تمہیں باتیں کرتے ہیں۔ تمہیں کیا لگتا ہے، وہ خود بہت پرفیکٹ ہیں۔ یقیناً نہیں، انہوں نے بھی بہت سی غلطیاں کی ہوں گی۔ بس فرق یہ ہے کہ وہ غلطی کرتے ہیں لیکن مانتے نہیں۔ تمہیں آج ایک راز کی بات بتاتا ہوں مجھ سے بھی ایک غلطی ہوئی تھی۔ غلطی میری بیوی کی نظر میں تھی۔ میرے لیے تو وہ محبت تھی۔ آنسہ میری کولیگ تھی۔ مجھے اچھی لگتی تھی لیکن میری اماں کو اپنی بہن کی بیٹی لانی تھی۔ کزن بھی اس زمانے میں اتنا کھلا ماحول نہیں تھا۔ بس سلام دعا یا کبھی کبھی کسی شادی میں آمنا سامنا، میں نے گھر میں آنسہ کی بات کی تو جیسے طوفان آ گیا۔ مجھے مارنے کی، دودھ نہ بخشنے کی دھمکیاں دی جاتی رہیں۔ اماں کو دفتروں میں مردوں کے ساتھ کام کرنے والی لڑکیاں پسند نہ تھیں۔ "وہ دیدہ ہوائی ہوتی ہیں۔" کہہ کر جیسے وہ طنزیہ مسکرائے۔

"میں نے بہت کوشش کی لیکن کوئی نہ مانا۔ ادھر آنسہ بھی نہ مانی اس کے ماں باپ تھے۔ بہن بھائی تھے۔ ان کی بھی عزت تھی۔ اس نے اپنے ماں باپ کی عزت کو زیادہ ضروری سمجھا۔ اس نے اپنے ماں باپ کی مرضی سے شادی کر لی تو میں نے بھی ہار مان لی اور سب کچھ بھول کر پوری رضامندی سے نائلہ کو اپنی زندگی میں شامل کیا لیکن اس کے دل میں زہر بھر گیا تھا جیسے تم نے کہا کڑواہٹ، ایسی کڑواہٹ جو لفظوں کی صورت میں روح تک کو لہولہان کر دیتی ہے۔ تینتیس سال ہو گئے ہیں ہماری شادی کو، بچے جوان ہو گئے ہیں لیکن وہ عورت مجھے طعنے دینے سے باز نہیں آتی۔ شروع میں تو میں کوشش کرتا تھا اسے سمجھانے کی تاکہ میرے بچے مجھے غلط نہ سمجھیں لیکن جب بچے بڑے ہوئے سمجھنے کے قابل ہوئے تو مجھے مزید سمجھانے کی ضرورت نہیں پڑی، میرے بچے سمجھ دار تھے وہ سمجھ گئے تھے وہ باپ کا ماضی تھا جو گزر گیا۔ ماضی سب کا ہوتا ہے اس کو بھلا دیا جاتا ہے۔ اس میں جیا نہیں جاتا۔"

کہہ کر انہوں نے گہرا سانس لے کر بات ختم کی۔ تب ہی ان کے موبائل پر فون آیا تھا۔

"شیطان کا نام لیا وہ حاضر۔"

انہوں نے اسکرین اس کے سامنے کی جس پر وائف لکھا تھا۔ ان کی شکل دیکھ کر وہ مسکرا دی۔

"ہیلو بس آ رہا ہوں۔" کہہ کر انہوں نے

www.pklibrary.com

موبائل آف کر دیا۔

"آج میں اتنا خوش تھا لڑکی! لیکن تمہاری افسردہ صورت دیکھ کر سب بھول گیا۔"

"سوری انکل!" وہ افسردگی سے بولی۔

"سوری نہیں بیٹا! مجھے اچھا لگا۔ تم نے اپنا سمجھ کر مجھ سے بات کی، بات کرنے سے دل ہلکا ہو جاتا ہے اور تم مجھے ایسی ہی پیاری ہو جیسے میری اپنی بیٹی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو بیٹے دیے۔ بیٹی کی بڑی خواہش تھی مجھے لیکن اللہ کو منظور نہیں تھا۔ اس دن جب پہلی بار تمہیں دیکھا۔ یقین جانو، مجھے لگا میری بیٹی میرے پاس بیٹھی ہے۔ میں گھر میں تمہارا اتنا ذکر کرتا ہوں کہ میرے بیٹے چڑنے لگے ہیں۔ کون ہے جو ڈیڈی کو ان سے زیادہ عزیز ہو گئی ہے۔"

وہ غور سے ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔ وہ جو کہہ رہے تھے اس کی سچائی اسے ان کے چہرے سے محسوس ہو رہی تھی اور وہ اپنا پہلی ملاقات میں ان کے متعلق اپنے خیال پر شرمندہ ہو کر رہ گئی۔

"بات کرتے ہوئے مجھے ٹائم کا پتا نہیں چلا ایئرپورٹ جانا ہے اسی لیے نائلہ کا فون آیا ہے۔" وہ جلدی جلدی گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔

"کون آ رہا ہے انکل؟" اس نے سرسری سا پوچھا تھا۔

"میرا چھوٹا بیٹا..... لاڈلا تو ماں کا ہے لیکن میرا بہت اچھا دوست ہے۔ اسی لیے تو اس کی ماں قابو میں رہتی ہے میرے۔" کہہ کر وہ قہقہہ لگا کر ہنسے تو وہ بھی مسکرا دی۔

☆☆☆

وہ فریش ہو کر باہر آیا تو سب ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھے اور یقیناً اسی کا انتظار ہو رہا تھا۔ "گڈ مارننگ" وہ خوشگوار انداز میں کہتا ہوا اندر داخل ہوا اور ماں کا سر چوم کر ان کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آج کا اہتمام دیکھ کر لگ رہا ہے۔ ناشتا ماما نے تیار کیا ہے۔" ذیشان نے پراٹھا پلیٹ میں نکالتے ہوئے ماں کو دیکھا۔

"ہاں! اتنے ماہ بعد میرا بیٹا گھر آیا ہے اتنا تو اس کا حق بنتا ہے۔"

نائلہ کے کہنے پر افنان نے مسکرا کر شرارتی انداز میں فرضی کالر جھاڑ کر اپنے بھائی کو دیکھا۔

"اور میں جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا ہوں مجھے تو کبھی یوں پراٹھے بنا بنا کر نہیں کھلائے آپ نے۔" ذیشان کے شکوے پر انہوں نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"تمہیں بھی بڑے پراٹھے کھلائے ہیں۔ وہ الگ بات ہے تمہیں اب یاد نہیں اور اب تمہاری بیوی آ گئی ہے۔ اس کی ذمہ داری ہے تمہیں ناشتا اور کھانا بنا کر دے۔ لیکن وہاں تو ایسے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔"

اندر آتی حفصہ نے بغور اپنی ساس کا بیان سنا لیکن وہ خود کو لاعلم ظاہر کرتی ذیشان کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ بیان جان بوجھ کر اس کو دیکھ کر دیا گیا ہے اور وہ صبح صبح بحث کر کے اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ذیشان نے ایک شاکی نظر خاموش بیٹھے باپ پر ڈالی جنہوں نے آنکھ کے اشارے سے خاموش رہنے کو کہا تھا افنان نے بھائی کی شکل دیکھی جس کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔

"ماما! میری بھابھی یہاں پراٹھے بنانے نہیں آئیں۔ گھر میں نوکر فل لیے رکھے ہیں آپ نے۔"

اس کی بات پر حفصہ نے مسکرا کر اپنے دیور کو دیکھا۔

"تو میں کیا نوکر ہوں جو کھانا بناتی ہوں۔" نائلہ کو یہ بات بری لگی تھی۔ "ڈگریوں کا اچار ڈالنا ہے جب گھر داری نہیں آتی صبح اٹھو کالج چلے جاؤ۔ آؤ کھانا تیار ہے، کھایا کمرے میں چلے گئے شام کو شوہر آیا بن سنور کر نکل آئے۔ چائے پی باہر چلے گئے رات کو آئے پھر کھانا تیار ملے گا۔ کھایا اور شوہر کو لے کر کمرے میں چلے گئے۔"

انہیں کتنے دن کا غصہ تھا جو آج نکالنے کا موقع ملا تھا۔ "سارا دن میں اکیلی گھر میں پڑی رہتی ہوں

www.pklibrary.com

بہو کو کوئی پتا نہیں..... اس نے کچھ کھایا یا نہیں، چلو وہ تو بہو ہے۔ یہاں تو بیٹے کو کوئی ہوش نہیں کہ دو گھڑی ماں کے پاس بیٹھ جائے۔ بیٹے کو بھی چھوڑو یہاں خاوند کو کوئی خیال نہیں۔ روز صبح شام پارک کے چکر لگاتے ہیں اور گھنٹوں وہاں لگ جاتے ہیں اور مجھے یہ بھی پتا ہے۔ یہ گھنٹے کس کے ساتھ گزارے جاتے ہیں۔"

کب سے خاموش بیٹھے راحت صاحب نے اب غصے سے ان کی طرف دیکھا۔

"تمہیں خود تو سکون نہیں اور اگر کبھی اتفاق سے گھر والے اکٹھے بیٹھ جائیں تو تم ان کا سکون بھی برباد کرنے پر تل جاتی ہو۔ اتنے عرصے بعد افنان آیا ہے بجائے تم اچھی باتیں کرواپنا ہی تماشا لگا دیا تم نے۔"

"میں نے کیا غلط کہا ہے؟" وہ غصے سے ان کی طرف مڑیں۔

"پلیز ماما، ڈیڈی۔" افنان نے باری باری دونوں کو دیکھا۔ "آپ لوگ بھوکے پیٹ کیسے لڑ لیتے ہیں مجھ سے تو ایسا نہیں ہوتا، ایسا کرتے ہیں، پہلے ناشتا کر لیتے ہیں اس کے بعد آپ لوگ اپنی اپنی توپوں کے منہ کھولیں۔ میں بھی تب تک آپ لوگوں کا ساتھ دے سکوں گا۔"

"بھابھی! بھائی آپ لوگ شروع کریں آپ لوگوں کو آفس جانا ہے اور ماما آپ کو تو میں اپنے ہاتھ سے کھلاؤں گا۔"

کہنے کے ساتھ وہ نوالے بنا کر ان کے منہ میں ڈالنے لگا۔

راحت صاحب نے ایک محبت بھری نظر افنان پر ڈالی۔ اسے سچویشن کو ہینڈل کرنا آتا تھا اور اب بھی اس نے ٹیبل پر بیٹھے سارے لوگوں کے موڈ ٹھیک کر دیے تھے۔

☆☆☆

"ایک تو گفٹ کی سلیکشن بڑا مشکل مرحلہ ہے۔" وہ بیگ سے چیزیں نکالتے ہوئے بولا۔ "ماما کی لسٹ تو سب سے لمبی ہوتی ہے۔ انہیں اپنی کم اپنی سہیلیوں کی زیادہ فکر ہوتی ہے یہ پرفیومز دیکھ رہے ہیں آپ۔" اس نے آٹھ نو پرفیومز کی بوتلیں نکال کر بیڈ پر رکھیں۔ "یہ سب ماما کی فرینڈز کے لیے ہیں۔ یہ گھڑی، پرفیوم، سوئیٹر بھائی کے لیے اور یہ میں آپ کے لیے لایا ہوں۔" وہ باتیں کرتے ہوئے ان کی طرف مڑا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"کیا سوچ رہے ہیں؟"

"کچھ نہیں یار! تمہاری ماں کبھی سکون نہیں لینے دیتی۔" وہ بے دلی اور بے زاری سے بولے۔

"ڈیڈی! آپ جانتے تو ہیں ماما کی عادت کو، پھر بھی دل سے لگا لیتے ہیں۔"

"ہر چیز کی حد ہوتی ہے افنان! میرے ساتھ جو مسئلہ ہے مجھ تک رکھے، اپنے غصے میں اولاد کو بھی لپیٹ میں لے لیتی ہے، اب صبح ہی دیکھ لو ذیشان اور حفصہ کے ساتھ کیا کیا۔ وہ لڑکی اچھی ہے جو جواب نہیں دیتی اگر دے دے تو کیا عزت رہے گی تمہاری ماں کی۔"

افنان نے گہرا سانس لیا۔ اتفاق تو وہ بھی کرتا تھا اس بات سے لیکن وہ کر کچھ نہیں سکتا تھا۔ وہ بیگ سے اب دوسری چیزیں نکال رہا تھا جبکہ راحت صاحب بیڈ پر رکھے پرفیومز دیکھ رہے تھے۔

"افنان سب سے اچھا پرفیوم کون سا ہے؟" وہ اب ایک ایک کر کے سب کے نام پڑھ رہے تھے۔

"سب ہی اچھے ہیں ڈیڈی۔ لیکن یہ لیڈیز پرفیوم ہیں۔"

"جانتا ہوں۔ میں یہ ایک لے رہا ہوں۔"

"ہیں۔" افنان حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

"خیریت ڈیڈی! کہیں ماما کے علاوہ کوئی اور تو نہیں۔" افنان کے ابرو اچکانے پر وہ کھل کر مسکرائے تھے۔

"بکو مت، یہ میں عنایہ کے لیے لے رہا ہوں۔"

"او مائے گاڈ! عنایہ آخر یہ عنایہ ہے کون؟ پچھلے دو ماہ سے جب بھی آپ سے بات کروں میں عنایہ کا ذکر ضرور نکل آتا ہے۔ ملوا کب رہے ہیں اپنی

www.pklibrary.com

عنایہ سے۔"

"ملوا بھی دوں گا کسی دن، پر تم مل کر کرو گے کیا۔"

"وہی جو آپ کرتے ہیں۔"

"میں یہ چاکلیٹ کا پیکٹ بھی لے رہا ہوں۔"

افنان کے چہرے پر حیرت حد سے سوا ہوگئی تھی۔

"ڈیڈی کہیں ماما کا شک ٹھیک تو نہیں آپ نے گرل فرینڈ تو نہیں بنالی۔"

"بکومت افنان۔" وہ غصے سے بولے۔

"تمہاری ماں کے دماغ میں کچرا بھرا ہوا ہے اور اسے ہر طرف گند ہی نظر آتا ہے۔ عنایہ بائیس تیئس سال کی لڑکی ہوگی اور میں پینسٹھ سال کا بوڑھا آدمی جس کو اس بچی میں بیٹی کی جھلک نظر آتی ہے جن باتوں کو سننے کے لیے میرے بیٹوں اور بیوی کے پاس ٹائم نہیں وہ میری باتیں بڑے دھیان سے سنتی ہے۔ میری کام کی باتیں میری بیوی کو بے کار لگتی ہیں جبکہ میری بے سروپا باتوں کو بھی بہت دھیان سے سنتی ہے۔ اس کے ہر انداز میں میرے لیے عزت جھلکتی ہے۔ مجھے وہ اچھی لگتی ہے اس میں کوئی دو رائے نہیں، تم لوگوں کو جو سمجھنا ہے سمجھتے رہو۔" وہ چاکلیٹ اور پرفیوم وہیں بیڈ پر پھینک کر باہر نکل گئے جبکہ ان کے ردعمل پر افنان پریشان ہونے کے ساتھ حیران تھا۔

☆☆☆

فون پر بات سنتی سعدیہ کی اونچی آواز پر لاؤنج میں بیٹھے وہ تینوں نفوس حیران ہو کر اس طرف دیکھنے لگے جہاں سے سعدیہ کی آواز آئی تھی جب وہ اندر آئیں۔ غصہ ان کے چہرے سے جھلک رہا تھا۔

"کیا ہوا کس کا فون تھا؟" نوید صاحب نے سوالیہ نظروں سے اپنی بیوی کا غصیلا چہرہ دیکھا۔

"باجی نسرین کا فون تھا۔"

"تو؟" نوید صاحب کے سوال پر انہوں نے ایک نظر عنایہ کو دیکھا۔ وہ بھی سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"سعدیہ! میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔"

وہ غصے سے بولے کیونکہ زیادہ دیر صبر کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس سے پہلے ان کا غصہ بڑھتا وہ مصلحت کو ایک سائیڈ پر رکھ کر بولیں۔

"وہ سوموار کو مسز عرفان کی فیملی آئی تھی پرسوں فون کر کے انہوں نے عنایہ کے لیے سنجیدگی بھی ظاہر کر دی تھی آج انکار بھجوا دیا ہے۔" ان کا بس نہیں چل رہا تھا ان لوگوں کا گلا دبا دیں۔ نوید نے ایک نظر عنایہ کو دیکھا۔ اس کے چہرے سے وہ اندازہ لگانے سے قاصر تھے۔ کہ اسے برا لگا یا نہیں۔

"ٹھیک ہے نہیں تو نہ سہی۔ مجھے بھی وہ لڑکا اتنا پسند نہیں تھا۔ کوالیفکیشن بھی کوئی اتنی خاص نہیں تھی اور کام بھی مجھے اتنا پسند نہیں تھا۔"

پتا نہیں اب وہ سچ کہہ رہے تھے یا عنایہ کی تسلی کے لیے کہہ رہے تھے۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن مجھے غصہ زیادہ اس بات پر آ رہا تھا کہ آنٹی زرینہ نے ان کے گھر جا کر کچھ باتیں کی ہیں۔"

"زرینہ!" نوید کا انداز سوالیہ تھا۔ سعدیہ نے دزدیدہ نظروں سے عنایہ کو دیکھا جس کا رنگ بدلا تھا۔

"حماد کی ماں۔" ان کی آواز دھیمی تھی لیکن نوید صاحب کے اعصاب تن گئے تھے۔

"وہ وہاں تک کیسے پہنچیں۔"

وہ سونیا کا نام لینا چاہتی تھیں کیونکہ سونیا کی تائی تھیں لیکن وہ غلط بھی ہو سکتی تھیں۔ اب غلط ہو یا صحیح دونوں صورتوں میں دونوں گھروں میں لڑائی ہو سکتی تھی۔ سو انہوں نے خاموش رہنے کو بہتر سمجھا تھا۔

"وہ ذلیل آ گیا ہے پاکستان اب یہی ہوگا۔"

وہ دانت پیس کر بولیں۔ جبکہ عنایہ کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ جانا چاہتی تھی۔

تب ہی ڈور بیل بجی تھی اور اسے اٹھنے کا بہانا مل گیا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھی گیٹ کھلتے ہی نبیل بھائی

www.pklibrary.com

کے ساتھ سونیا کو دیکھ کر وہ بمشکل مسکرائی تھی۔ جبکہ پیچھے آتی سعدیہ نے بے ساختہ دانت پیسے تھے ان کے شک کی تصدیق ہوگئی تھی یہ رشتہ بھی تڑوانے والی سونیا ہی تھی۔ وہ اندر پلٹ گئیں۔ اپنے تاثرات نارمل کرنے کے لیے انہیں وقت چاہیے تھا۔

☆☆☆

"تم تیار نہیں ہوئیں؟" اسے یونہی بیٹھے دیکھ کر سعدیہ نے پوچھا۔

"بھابھی پلیز میرا بالکل دل نہیں کر رہا باہر جانے کو۔" اس کے بے زار انداز پر سعدیہ اس کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"ابھی نہیں بھی دل کر رہا تو بھی تمہیں جانا ہوگا اور وہ بھی خوش گوار موڈ کے ساتھ کیونکہ سونیا جو دیکھنے آئی ہے۔ تم وہ اسے نہیں دکھاؤ گی۔" عنایہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

"بھابھی! وہ میری ساری زندگی تو برباد کر چکے ہیں۔ اب مجھ سے اور کیا چاہتے ہیں۔ آنی جانی ساسیں ہیں۔ وہ بھی چھیننا چاہتے ہیں تو ایک ہی دفعہ میرا گلا کیوں نہیں دبا دیتے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تو سعدیہ نے اسے ساتھ لگا لیا۔

"عنایہ! میری چند امریں تمہارے دشمن۔ ایسی بری باتیں منہ سے نہیں نکالتے۔ کسی انسان کے برا کرنے یا سوچنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہوتا وہی ہے جو اللہ نے لکھ دیا ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ اور ثابت قدم رہنے والوں کو صلہ ضرور ملتا ہے۔ تم تو میری بہادر بہن ہو، چلو شاباش منہ دھو کر اچھا سا ڈریس پہن کر میک اپ کر کے آؤ، یہی سونیا کی چال کا جواب ہے آئی سمجھ۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہنے لگیں تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

☆☆☆

افنان نے گاڑی چلاتے ہوئے گردن موڑ کر ساتھ بیٹھے باپ کو دیکھا جو سامنے کے بجائے کھڑکی سے باہر دیکھ رہے تھے۔ افنان نے مرر سے پیچھے بیٹھے ذیشان اور حفصہ کو دیکھا وہ بھی خاموش تھے۔

"ڈیڈی! آپ اب تک ناراض ہیں؟"

افنان نے اس خاموشی کو توڑا وہ پھر بھی خاموش تھے۔

"انکل!" حفصہ بولی۔

"میں ناراض نہیں۔" اب کے انہوں نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ کل سے خاموش کیوں ہیں؟"

ذیشان کی طرف سے سوال آیا وہ پھر خاموش تھے۔

"ڈیڈی! ایم سوری میں نے آپ کو ہرٹ کیا۔ وہ بس ایک مذاق تھا۔" اب راحت صاحب نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"کیا باپ سے کوئی اتنا چیپ مذاق کرتا ہے۔ باپ کو مذاق سمجھ لیا ہے، جیسے تمہاری ماں فضول بکواس کرتی ہے ویسے ہی اب تم لوگ بھی کرنے لگے ہو۔ مجھے تو حفصہ سے شرم آ رہی تھی۔ وہ کیا سوچتی ہوگی۔ اس کا سسر کس قدر گھٹیا آدمی ہے جو آدھی عمر کی لڑکی سے افیئر چلا رہا ہے۔"

"لاحول ولا قوۃ!" حفصہ بے ساختہ بولی۔

"انکل! میں کبھی ایسا سوچ بھی نہیں سکتی میں نے اپنی ساری زندگی آپ سے زیادہ اچھا انسان نہیں دیکھا۔" تھوڑی دیر کے لیے گاڑی میں خاموشی چھا گئی تھی۔

"اپنے مذاق میں تم لوگوں نے ایک معصوم لڑکی کو بھی گھسیٹ لیا۔ کتنی شرم کی بات ہے کسی پر تہمت لگانا، چاہے وہ مذاق ہی کیوں نہ ہو۔"

"آئی ایم ویری ویری سوری ڈیڈی! یقین کریں وہ صرف مذاق تھا ورنہ کیا میں آپ کو جانتا نہیں ہمیں تو فخر ہے ہم آپ کے بیٹے ہیں۔"

"بالکل!" افنان کے کہنے پر ذیشان جلدی سے بولا تو ان کے تنے ہوئے اعصاب نارمل ہوئے تھے۔

☆☆☆

اپنے چہرے پر جمی سونیا کی نظریں وہ کب سے

www.pklibrary.com

محسوس کر رہی تھی لیکن مسلسل اسے اگنور کیے اردگرد دیکھ رہی تھی۔ ہال میں موجود فوڈ کارنر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ تیز میوزک اور لوگوں کے شور میں کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ لوگ کھانا کھا چکے تھے۔ سونیا بھابھی کی وجہ سے اس سے بیٹھنا دوبھر ہو گیا تھا۔

"بھابھی! میں کولڈ ڈرنک لینے جا رہی ہوں۔" وہ سعدیہ کو بتا کر تیزی سے وہاں سے ہٹی تھی۔

☆☆☆

وہ چاروں طرف نظر گھما رہا تھا۔ لیکن کوئی ٹیبل خالی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"آج تو بہت رش ہے۔" حفصہ نے منہ بنا کر سامنے دیکھا۔

"ویک اینڈ جو ہے آج....." ذیشان بھی جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے خالی ٹیبل تلاش کر رہا تھا۔

"یہ ڈیڈی کہاں رہ گئے۔"

"وہ رہے۔" افنان کے پوچھنے پر حفصہ نے اشارہ کیا جہاں وہ کسی سے مل رہے تھے۔

"یہ کون ہے؟"

"عنایہ کے بھائی۔" ذیشان کے کہنے پر ان دونوں نے ایک ساتھ ایک دوسرے کو دیکھا۔

"پھر تو عنایہ بھی ہوگی۔" حفصہ کی مسکراتی آواز پر وہ دونوں بھی مسکرا کر ادھر دیکھنے لگے۔

"یہ عنایہ ہے؟" افنان کی آواز میں حیرت کے ساتھ افسوس بھی تھا۔

"پاگل ہو، انکل نے کیا بتایا تھا وہ بائیس تیئس سال کی ہے جبکہ پینتیس یا چالیس کی ہوں گی۔"

"ہوں۔" افنان نے ہنکارا بھرا۔

"یہ عنایہ ہے؟" ذیشان کے کہنے پر وہ غور سے دیکھنے لگا جہاں اسی عمر کی لڑکی کھڑی تھی اور راحت صاحب نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

"یہ عنایہ تھی؟" ذیشان کو جیسے افسوس ہوا تھا۔

"اچھی ہے لیکن ویسی نہیں جیسی میں سمجھی تھی۔ انکل تو ایسے تعریف کرتے تھے جیسے حسن اسی پر ختم ہوتا ہے۔" حفصہ کو بھی افسوس ہوا۔

"چھوڑیں ہمیں کیا۔ وہ دیکھیں وہ ٹیبل خالی ہو رہی ہے جائیں اس پر قبضہ کریں۔ میں ذرا کھانے پینے کا بندوبست کر کے آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے فوڈ کاؤنٹر کی طرف مڑا جہاں انسانوں کا ایک ہجوم تھا۔ وہ راستہ بناتا ہوا اندر داخل ہوا۔ وہ کب سے وہاں کھڑی تھی۔ اتنا رش تھا کہ وہ آگے جانے سے گھبرا رہی تھی۔ واپس جاتی تو سونیا بھابھی کا سامنا کرنا پڑتا جو وہ نہیں چاہتی تھی۔ گہرا سانس لے کر اس نے آگے جانے کا سوچا تھا۔

تب ہی اپنا نام پکارے جانے پر وہ پلٹی تھی اور اپنے بے حد قریب کھڑے شخص کو دیکھ کر زمین اور آسمان اس کے سامنے گھوم گئے تھے۔ وہ اتنا ڈر گئی تھی کہ ہل بھی نہیں سکی تھی۔ وہ اتنے غور سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے آنکھوں میں سما لینا چاہتا ہو۔

"بالکل ویسی ہو بلکہ اس سے زیادہ خوب صورت لگ رہی ہو۔" اس کے مزید قریب آنے پر وہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔ اس کا بھاگنے کا ارادہ دیکھ کر اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر آگے بڑھ کر اس کا بازو تھام لیا تھا۔

"تم اب بھی مجھ سے ڈرتی ہو؟" اس کے چہرے پر لطف لینے والی مسکراہٹ تھی اور اتنے لوگوں میں اس کی اتنی جرات پر وہ دنگ رہ گئی تھی۔ اس نے نوید بھائی اور نبیل بھائی کی تلاش میں گردن گھمائی تھی۔

"کسے ڈھونڈ رہی ہو؟" وہ اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے بولا۔

اس نے تیزی سے بازو چھڑایا تھا وہ اس سے دور بھاگ جانا چاہتی تھی جس ہجوم سے وہ ڈر رہی تھی اب اس میں گھس کر پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی۔ تبھی سامنے سے آتے شخص سے وہ بری طرح ٹکرائی تھی اور اس کے ہاتھ میں جو ٹرے تھی وہ زمین بوس ہو گئی تھی اور گلاسوں میں موجود کچھ کوک اس کے کپڑوں پر گر کے داغدار کر گئی اور باقی زمین پر گر گئی

www.pklibrary.com

تھی۔

اس تصادم پر اردگرد موجود لوگ ان کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ لیکن وہ اردگرد دیکھنے سے گریز کر رہی تھی اور جس طرح گری تھی اسی اینگل میں بیٹھی رہی۔ ایک بار پھر اس کا تماشا بن گیا تھا۔ اسے بری طرح رونا آیا تھا۔

''محترمہ! آپ نے آنکھوں کی جگہ بٹن فٹ کروا رکھے ہیں جو اتنا لمبا انسان نظر نہیں آیا آپ کو۔'' افنان نے افسوس سے گری ہوئی چیزوں کو دیکھنے کے بعد غصے سے اس لڑکی کو دیکھا جس کا سر جھکا تھا۔

''او بھائی! تمہیں اپنی چیزوں کا افسوس ہے، لڑکی کو تو دیکھو۔ اس کو شاید چوٹ آئی ہے۔''

ہجوم میں موجود کسی فرد کو اس کی فکر ہوئی تھی۔

عنایہ کو اب اکورڈ سچویشن کا احساس ہوا تھا اس نے سر اٹھا کر اس شخص کو دیکھا جس سے وہ ٹکرائی تھی اس کے یوں دیکھنے پر وہ جو کچھ بولنے لگا تھا ایک دم ہونٹ بھینچ لیے۔

اس کے مسلسل گھورنے پر عنایہ نے نظروں کا زاویہ بدل کر اردگرد دیکھا تھا وہ اسے کہیں نظر نہ آیا اس نے گہرا سانس لے کر اپنے حواس بحال کیے اور آنسو صاف کرتے ہوئے سامنے دیکھا۔

''آئے ایم سوری غلطی میری ہے۔'' وہ اٹھتے ہوئے معذرت بھرے لہجے میں بولی۔

''نقصان تو میرا ہوا ہے اور رو آپ رہی ہیں۔''

اس کے کہنے پر اس کی نظریں نیچے گرے فرائز برگر تک گئی وہ پھر سے شرمندہ ہوگئی۔ ان دونوں کو بات کرتا دیکھ کر لوگ دوبارہ اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے تھے اس نے ایک بار پھر دور تک نظر دوڑائی اور اس کے تعاقب میں افنان نے، اس کا انداز اتنا ڈرا ہوا تھا۔ وہ پوچھے بغیر رہ نہیں سکا۔

''کوئی پریشانی ہے؟'' عنایہ نے چونک کر اسے دیکھا اور سر نفی میں ہلایا۔ ''افنان کہاں رہ گئے تم'' ذیشان کی آواز پر ان دونوں نے مڑ کر دیکھا۔ اور دونوں کا حلیہ دیکھ کر ذیشان حفصہ اور اس کے پیچھے آتے راحت صاحب چونکے تھے اس سے پہلے وہ کچھ کہتا راحت صاحب جلدی سے آگے بڑھے۔

''عنایہ! تم ٹھیک ہو؟''

ان کے نام لینے کی دیر تھی، ان تینوں کی نظریں اس لڑکی پر ٹھہر گئی تھیں راحت صاحب کو دیکھ کر جہاں اسے تسلی ہوئی تھی وہی ان تینوں کے گھورنے پر وہ گھبرا گئی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں انکل!'' وہ حواس بحال کرتی ہوئی بولی تب ہی اسے سعدیہ کی آواز سنائی دی تھی ''کہاں رہ گئی تھیں عنایہ! میں پریشان ہوگئی تھی اور یہ کیا ہوا ہے؟'' وہ پریشانی سے کہتے ہوئے حیرت سے اس کے حلیے کو دیکھنے لگیں۔

سعدیہ بھابھی کو دیکھ کر اس کا دل چاہا ان کے گلے لگ کر رونے لگے لیکن پیچھے نوید بھائی نبیل بھائی سونیا کو دیکھ کر وہ ضبط کر گئی۔

''کچھ نہیں بھابھی پاؤں سلپ ہوگیا تھا۔''

''ایک تو تم لوگوں کو تھیل پہننے کو کون کہتا ہے۔''

نوید کے غصے سے بولنے پر راحت صاحب کے ساتھ افنان نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

''کوئی بات نہیں نوید! ایسا ہو جاتا ہے آؤ بیٹھتے ہیں۔'' راحت صاحب نے انہیں ساتھ بیٹھنے کی آفر کی تھی۔

''نہیں راحت صاحب! کافی دیر ہوگئی ہے ان شاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔'' وہ اب باری باری سب سے ہاتھ ملا رہے تھے۔

''چلو تم لوگ۔'' انہوں نے کہتے ہوئے غصے سے عنایہ کو دیکھا جس کا رنگ مزید سفید پڑ گیا تھا۔

راحت صاحب کے ساتھ ان تینوں نے بغور یہ منظر دیکھا تھا۔

☆☆☆

سعدیہ بھابھی کو سن کر اتنی حیرت ہوئی تھی کہ کتنی دیر تک وہ کچھ بول ہی نہیں سکیں جبکہ سامنے بیٹھی عنایہ کی آنکھیں رو رو کر سوج چکی تھیں ان کی حیرت اب

www.pklibrary.com

غصے میں بدل گئی تھی۔

''اس میں اب بھی اتنی ہمت ہے کہ تمہارے سامنے آسکے۔''

''بھابھی۔'' وہ دکھ سے بولی۔ ''وہ نہ صرف میرے سامنے آیا بلکہ اتنے ہجوم میں اس نے میرا ہاتھ بھی پکڑا۔ وہی بے خوفی اس کے چہرے پر تھی کہ کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''

''عنایہ! تم بے وقوف ہو، تمہیں اسی وقت شور مچا دینا چاہیے تھا نہیں تو کم از کم تھپڑ مار دیتیں۔'' سعدیہ بھابھی نے مٹھیاں بھینچ کر غصہ کنٹرول کیا۔

''بھابھی! اس وقت مجھے لگ رہا تھا جیسے میرے وجود سے جان ختم ہوگئی ہے اسے دیکھ کر پانچ سال پہلے کے سارے منظر سامنے آنے لگے تھے۔ مجھے لگا میں بولی تو یہ پھر میری ذات کے پرخچے اڑا دے گا۔ ابھی سب لوگ اکٹھے ہوکر سنگ باری کریں گے۔''

اس کی آنکھوں سے دہشت جھلکنے لگی تھی۔ سعدیہ بھابھی نے بے اختیار اسے کندھوں سے تھاما تو وہ چونک کر انھیں دیکھنے لگی۔ انہوں نے اس کا سر چومتے ہوئے اسے ساتھ لگالیا۔

''میں نوید سے بات کرتی ہوں۔'' ان کے کہنے پر وہ تیزی سے سیدھی ہوئی۔

''نہیں بھابھی! بھائی بہت جذباتی ہیں اور اب میں کوئی مزید نقصان برداشت نہیں کرسکتی۔'' اس کے لہجے میں جو خود دینے کا ملال تھا وہ جانتی تھیں

''پھر نبیل سے بات کروں کہ وہ سونیا سے بات کرے، یہ سب کیا دھرا سونیا کا ہے ورنہ اسے الہام ہوگا تم کہاں ہو۔''

''کوئی فائدہ نہیں۔'' وہ دل گرفتی سے بولی۔

''سونیا بھابھی کبھی اپنی غلطی نہیں مانیں گی الٹا مجھے جھوٹا بنا دیں گی، مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے بھابھی!'' اس نے بے بس ہوکر اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا تھا۔

''عنایہ! تم پریشان نہ ہو میں ابھی زندہ ہوں اور حقیقت کیا ہے۔ میں سب جانتی ہوں۔ میں اب تمہارے ساتھ کچھ برا نہیں ہونے دوں گی۔'' وہ اس کا سر سہلاتے ہوئے پرسوچ انداز میں دیوار کو دیکھ رہی تھیں۔

☆☆☆

''بھائی صحیح کہتے ہیں انسان کو اتنا بزدل بھی نہیں ہونا چاہیے۔ پتا نہیں میں اتنا کیوں ڈر جاتی ہوں۔'' اس نے دونوں ہاتھوں کو مسلتے ہوئے خود کلامی کی۔

''یہ دوسری دفعہ ہے جب میں نے انکل کو اگنور کیا ہے وہ کیا سوچتے ہوں گے میرے بارے میں، میں کتنی بدتمیز ہوں۔ وہ مجھ سے اتنی شفقت سے پیش آتے ہیں اور میں نے ایسے ری ایکٹ کیا جیسے میں انہیں جانتی نہیں۔''

''اف!'' اس کا دل چاہا اپنا ماتھا پیٹ لے۔

''وہ اب پارک بھی نہیں آتے۔'' وہ ٹیرس کے دروازے کے پاس کھڑی ہوکر پارک میں آتے جاتے لوگوں کو دیکھنے لگی۔ ان کی مخصوص بینچ پر کوئی نہیں تھا۔

''یقیناً وہ مجھ سے ناراض ہوں گے۔'' وہ اور پریشان ہوگئی۔

''مجھے انکل کے گھر جانا چاہیے۔'' وہ کمرے میں دائیں بائیں چلتے ہوئے مسلسل سوچ رہی تھی۔ تب ہی سعدیہ بھابھی اندر داخل ہوئی تھیں۔

''عنایہ! تمہارے بھائی کا فون آیا تھا شام کو سوسائٹی کے کلب میں کوئی پارٹی ہے وہاں جانا ہے ہم کو۔''

''بھابھی! پلیز آپ کو پتا ہے مجھے یہ پارٹی وارٹی پسند نہیں آپ چلی جائیں۔''

''میں تو جاؤں گی ہی لیکن تم بھی ساتھ چل رہی ہو سین بھی جارہی ہے اور تمہارے بھائی تمہیں بالکل بھی اکیلا نہیں چھوڑیں گے اور میں بھی اس کے حق میں نہیں۔''

وہ قطعی انداز میں بولیں تو عنایہ ان کا منہ دیکھنے لگی۔ اس کا لٹکا منہ دیکھ کر سعدیہ کو ہنسی آئی تھی۔

www.pklibrary.com

''آدم بیزار لڑکی! لوگوں سے ملا کرو اس طرح اندر چھپ کر زندگی آگے نہیں بڑھتی اور جہاں تک حماد کی بات ہے۔ وہ اب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اس لیے اس کا خیال دماغ سے نکال دو۔'' ان کے کہنے پر اس نے گہرا سانس لیا۔

''اور پھر سے کہہ رہی ہوں اچھے سے تیار ہونا۔''

''اس سے کیا ہوگا۔''

''اس سے جو بھی ہوگا۔ تمہیں پتا چل جائے گا۔'' ان کا مطلب سمجھ کر وہ سر جھٹکتی ہوئی باتھ روم میں آ گئی۔ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے غور سے اپنا چہرہ دیکھا۔

''خوب صورت چہرہ اچھی قسمت کی ضمانت نہیں ہوتا۔'' یہ بات شاید اسی کے لیے تھی۔

''اچھے کپڑوں سے کچھ نہیں ہوتا بھابھی! جب دل مردہ ہو گیا ہو۔'' وہ دل میں ان سے مخاطب ہوئی اور نل کھول کر چہرے پر پانی ڈالنے لگی۔

☆☆☆

ہال میں داخل ہوتے ہی تیز میوزک نے ان کا استقبال کیا تھا۔ چاروں طرف لوگوں کا ہجوم دیکھ کر وہ نروس ہونے لگی تھی۔ جبکہ اس کے برعکس بھابھی اور سین خوش تھے۔ کیونکہ وہ ان پارٹیوں کے عادی تھے جبکہ وہ پہلے بھی سوشل نہیں تھی لیکن پانچ سال سے وہ بالکل تنہائی پسند ہو کر رہ گئی تھی۔

''ارے نوید کیسے ہو۔'' تب ہی دائیں طرف سے آتی آواز پر اس نے پلٹ کر دیکھا جہاں کوئی بھائی کا ہم عمر ان سے گلے مل رہا تھا اس نے بھائی کو مسکراتے دیکھا یعنی وہ شخص بھائی کی گڈ بک میں تھا۔

''یہ عرفان ہے میرا کولیگ اور دوست۔'' وہ اس شخص کا تعارف کروا رہے تھے تھوڑی دیر بعد وہ لوگ اس ٹیبل کی طرف جا رہے تھے جہاں عرفان صاحب کی بیوی اور بیٹا بیٹھے تھے وہ لوگ کافی بے تکلف تھے اور باتونی بھی سب شامل گفتگو تھے بس وہی خاموشی سے اردگرد دیکھ رہی تھی۔

''عنایہ لگتا ہے بور ہو رہی ہے۔'' عرفان صاحب کے کہنے پر اس نے بے ساختہ نوید بھائی کی طرف دیکھا جو سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے جیسے اس نے ان کے مہمانوں کی شان میں گستاخی کر دی ہو۔

''نہیں ایسی بات نہیں میں آپ کو سن رہی تھی۔'' وہ بمشکل مسکرائی اور سامنے رکھا کوک کا گلاس اٹھا لیا۔

وہ سامنے دیکھ رہی تھی لیکن دھیان بار بار بھٹک رہا تھا۔ وہ بے آرام سی کسی وجہ سامنے بیٹھے شخص کی نظریں تھیں۔ عرفان صاحب کا بیٹا مسلسل اسے گھور رہا تھا۔ اس نے ایک دو دفعہ عقیلی نظر ڈالی بھی لیکن وہ ڈھیٹ ثابت ہوا تھا۔ نوید بھائی نے اس سے کچھ پوچھا وہ ان کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے گہرا سانس لیا۔ تب ہی اسے کچھ دور ٹیبل پر راحت انکل کا گمان ہوا تھا اس نے گردن اٹھا کر اپنے شک کی تصدیق کرنا چاہی اور یقین ہونے پر وہ ساتھ بیٹھی سعدیہ کی طرف مڑی۔

''بھابھی وہاں راحت انکل بیٹھے ہیں میں ذرا ان سے مل آؤں۔''

''ہاں جاؤ۔''

''وہ بھائی۔'' وہ آہستہ سے بولی تو سعدیہ نے آہستہ سے نوید کے کان میں کچھ کہا تب ہی انہوں نے اس کی طرف دیکھ کر اسے جانے کا اشارہ کیا۔

''السلام علیکم!'' کی آواز پر راحت صاحب نے مڑ کر دیکھا اور عنایہ پر نظر پڑتے ہی وہ بے ساختہ کھڑے ہوئے تھے۔

''ارے میری بیٹی بھی آئی ہے۔ آؤ بیٹھو۔'' وہ ان کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''اکیلی آئی ہو؟'' وہ اس کے پیچھے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

''نہیں، سب ہیں اور آپ۔'' وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی کیونکہ وہ اکیلے بیٹھے تھے۔

''سب ہی آئے ہیں لیکن سب کے فرینڈز ہیں

www.pklibrary.com

انہی سے مل رہے ہوں گے۔" کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

"آپ مجھ سے ناراض ہیں انکل۔" اس کے سوال پر وہ حیران ہوئے۔

"میں کیوں اپنی بیٹی سے ناراض ہوں گا؟"

"پھر آپ اتنے دن ہمارے گھر کیوں نہیں آئے۔"

"میں شہر میں نہیں تھا نوید کو پتا تھا پر تمہیں کیوں لگا میں ناراض ہوں۔"

"میں اس دن فوڈ سینٹر میں آپ سے ٹھیک طرح سے ملی بھی نہیں اس دن میں پریشان تھی اور بھائی کا موڈ بھی خراب ہو گیا تھا۔ تو میں ایسے ہی چلی گئی۔"

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیسے اپنی کیفیت بیان کرے۔

"ہاں میں نے دیکھا تھا اور مجھے عجیب لگا تھا اس میں نوید کو موڈ آف کرنے کی ضرورت نہیں تھی انسان کا پاؤں سلپ ہو جاتا ہے۔"

"نہیں ان کی غلطی نہیں مجھے دھیان سے چلنا چاہیے تھا۔" راحت صاحب اسے دیکھ کر رہ گئے۔ تب ہی حفصہ کے ساتھ ذیشان آیا تھا۔

"عنایہ! یہ میرا بڑا بیٹا ذیشان اور اس کی وائف حفصہ اور یہ عنایہ۔"

"ہم جانتے ہیں انکل! کیسی ہو عنایہ؟" حفصہ خوش دلی سے اس سے ملی۔

"ڈیڈی بہت ذکر کرتے ہیں آپ کا۔" ذیشان بھی مسکراتے ہوئے بولا۔

"ماں کہاں ہے تمہاری؟" رحمت صاحب نے ذیشان سے پوچھا۔

"وہ نگہت آنٹی کے ساتھ کھڑی ہیں۔" اس نے میرون جوڑے میں کھڑی عورت کی طرف اشارہ کیا وہ مسکرا کر انہیں دیکھ رہی تھی جب اسے اپنے قریب کسی کے کھڑے ہونے کا احساس ہوا اس نے گردن گھما کر دیکھا اور کچھ پل کے لیے وہ نظریں نہیں ہٹا سکی۔ جبکہ سامنے کھڑا شخص اس کے یوں دیکھنے پر مسکرا دیا تھا۔

"کہاں رہ گئے تھے تم۔" ذیشان کے کہنے پر وہ یونہی مسکراتا ہوا بالکل اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ عنایہ ابھی بھی حیران نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ افنان ہے میرا دوسرا بیٹا۔" انکل کے تعارف کروانے پر وہ بڑے ادب سے جھک کر سلام بجالایا جبکہ اس نے تیزی سے نظروں کا زاویہ بدلا۔

"لگتا ہے مس عنایہ نے مجھے پہچانا نہیں۔ حالانکہ ہم پہلے مل چکے ہیں کیوں مس عنایہ؟" وہ تھوڑا سا آگے ہو کر اسے دیکھنے لگا جو اس سے نظریں چرا رہی تھی۔

"ڈیڈی! یہ وہی لڑکی ہے جس نے ٹکر مار کر میری چیزیں گرا دی تھیں بلکہ اتنی زور سے میرے سینے پر ٹکر ماری کہ ابھی تک درد نہیں جا رہا۔" کہنے کے ساتھ اس نے سینے پر ہاتھ بھی رکھا تو عنایہ نے بے ساختہ اسے دیکھا۔

"آپ کو زیادہ زور سے لگی تھی۔" اس کے پریشان انداز پر افنان نے بڑی مشکل سے ہنسی ضبط کی۔

"ایسی ویسی، اس ٹکر کی وجہ سے میں جوانی میں مریض دل ہو گیا ہوں۔" عنایہ کے تاثرات ایسے ہو گئے تھے جیسے اب روئی تب روئی۔ راحت صاحب نے افنان کی شکل دیکھی اور افسوس سے سر ہلایا۔

"عنایہ ایسا کچھ نہیں، مذاق کر رہا ہے۔" ان کے کہنے پر عنایہ نے پھر اسی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ڈیڈی کو کیا پتا درد تو مجھے ہوتا ہے۔" وہ مظلوم بن کر بولا۔

"آئے ایم سوری میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔" اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیسے اسے صفائی دے۔

"بس بھی کرو افنان۔" عنایہ کا چہرہ دیکھ کر ذیشان کو ٹوکنا پڑا۔ کیونکہ اس کی آنکھ میں چمکتے آنسو صاف نظر آ رہے تھے راحت صاحب نے آنکھ سے

www.pklibrary.com

حفصہ کو اشارہ کیا تھا۔

"آؤ عنایہ! ذرا ریفریشمنٹ میں دیکھتے ہیں۔ کیا ہے مجھے تو بہت بھوک لگی ہے۔" عنایہ تیزی سے اٹھی تھی۔

"ریلیکس یار! افنان مذاق کر رہا تھا۔" حفصہ نے پیار سے اس کا بازو سہلایا تو وہ مسکرا دی۔

"یہ لڑکی کون تھی۔" نائلہ نے بیٹھتے ہوئے پوچھا جبکہ نظر عنایہ پر تھیں۔

"یہ عنایہ تھی ماما!" جواب ذیشان کی طرف سے آیا تھا۔

"یہ عنایہ تھی۔" وہ حیران ہو کر بولیں "میں تو سمجھی تھی" وہ کہہ کر رکیں "یہ تو بہت چھوٹی ہے۔"

"تم کیا سمجھ رہی تھیں۔" راحت صاحب کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"آپ جو دن رات ایک ہی لڑکی کا ذکر کرتے تھے اور نگہت بھی بتا رہی تھی آپ کتنی کتنی دیر پارک میں واک کرتے ہیں اس لڑکی کے ساتھ، میں سمجھی پتا نہیں کیا چکر ہے۔"

راحت صاحب نے افسوس سے انہیں دیکھ کر اپنے دونوں بیٹوں کو دیکھا۔

"ماما! آپ آنٹی نگہت سے دوستی ختم کر دیں، نہیں تو کسی دن وہ ڈیڈی کے ساتھ آپ کی شادی ختم کروا دیں گی۔ میں بچپن سے دیکھ رہا ہوں ہر تھوڑے دن بعد وہ ڈیڈی کا کوئی نیا افیئر آپ کو سناتی ہیں جو ڈیڈی کو بھی پتا نہیں ہوتا۔" افنان نے کافی سنجیدگی سے مشورہ دیا۔

"مجھے پتا ہے، کیا لگتا ہے نگہت آنٹی، ماما کو ڈیڈی کے خلاف اس لیے بھڑکاتی ہیں کہ ماما ڈیڈی سے علیحدہ ہو جائیں اور ان کی جگہ نکل آئے، آفٹر آل کسی زمانے میں انہیں ڈیڈی پر کرش تھا۔" ذیشان دور کی کوڑی لایا تھا۔

"بالکل صحیح کہہ رہے ہیں بھائی آپ!" افنان آنکھیں پھیلا کر بولا۔ جبکہ نائلہ کے چہرے پر سوچ کی پرچھائیاں چھا گئیں۔

راحت صاحب نے مسکرا کر اپنے ذہین بیٹوں کو دیکھا۔

"ڈیڈی! ماما کو آپ سے پیار نہیں اور آنٹی کو دیکھیں، آپ کو پانے کے لیے کتنی کوشش کر رہی ہیں۔ بہتر ہے آپ ان سے نکاح کر لیں۔ ویسے بھی انہیں بیوہ ہوئے کتنے سال ہو گئے ہیں۔ بے چاری اکیلی اکیلی بھی لگتی ہیں۔" ذیشان نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مشورہ دیا۔

"اور ڈیڈی! ماما نگہت آنٹی سے پیار بھی کرتی ہیں اور آپ ایک ٹائم میں دو بیویاں آسانی سے افورڈ کر سکتے ہیں۔"

اب کے افنان کے بولنے پر نائلہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔

"حد ہوتی ہے کب سے فضول بکے جا رہے ہو تم دونوں کو شرم نہیں آتی اس عمر میں باپ کی شادی کرواتے ہوئے۔"

"تو آپ کو کون سا لحاظ آتا ہے اس عمر میں میرے باپ پر جھوٹے افیئر کے الزام لگاتے ہوئے۔" افنان دوبدو بولا تھا۔ وہ جو راحت صاحب کے ماضی کی ایک حقیقت کو لے کر اب تک ان پر الزام لگاتی اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کرنے میں خود کو حق بجانب بھی سمجھتی رہیں انہیں پتا ہی نہیں چلا کہ ان کے اس رویے کی وجہ سے نہ صرف ان کا شوہر بلکہ بچے ان کے بارے میں کیا رائے رکھ رہے ہیں۔ آج جس طرح ذیشان اور افنان نے انہیں آئینہ دکھایا تھا وہ اس میں اپنی صورت دیکھ کر شرمندہ ہو گئی تھیں۔

ان کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ذیشان نے افنان کو اشارہ کر کے مزید کچھ بولنے سے روک دیا تھا۔ تب ہی حفصہ پلیٹ لے کر واپس آ گئی تھی۔

"عنایہ کدھر ہے؟" راحت صاحب کے پوچھنے پر حفصہ نے آنکھوں سے سامنے اشارہ کیا۔ جہاں وہ تین لوگوں کے ساتھ کھڑی تھی۔

"یہ تو عرفان صاحب کی فیملی ہے۔" راحت صاحب نے بغور دیکھنے کے بعد کہا۔

www.pklibrary.com

"لیکن مجھے سمجھ میں نہیں آیا کہ عنایہ کو کیوں گھیرے کھڑے ہیں۔ وہ آنٹی ایسے عنایہ کا انٹرویو لے رہی تھیں جیسے اپنے بیٹے کا رشتہ کرنا ہو۔" حفصہ کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔

"ہو سکتا ہے انہیں عنایہ پسند آئی ہو کیونکہ عرفان صاحب اپنے بیٹے کا رشتہ ڈھونڈ رہے تھے۔"

راحت صاحب بتا کر اپنے سامنے رکھی پلیٹ کی طرف متوجہ ہو گئے جبکہ افنان نے چونک کر وہاں دیکھا جہاں وہ کھڑی تھی۔

نوید بھائی کے اٹھنے پر اس نے شکر ادا کیا تھا۔ باہر نکلنے سے پہلے اس نے اس ٹیبل کی طرف دیکھا جہاں راحت صاحب بیٹھے تھے وہ ٹیبل خالی تھی۔ اس نے افسوس سے اردگرد متلاشی نظروں سے دیکھا لیکن شاید وہ جا چکے تھے۔ عرفان صاحب کے بیٹے کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی باہر آ کر کار میں بیٹھ گئی اور نوید بھائی کے ساتھ بھابھی اور سبین کو آتا دیکھ کر اس نے گہرا سانس لیا۔

"نوید! گھر جانے سے پہلے ذرا گروسری اسٹور پر رکیے گا۔"

نوید نے غصے سے انہیں دیکھا۔ "یہ چیزیں تم پہلے نہیں لے سکتی تھیں۔"

"کس وقت لیتی شام کو آپ آئے تو ہم ادھر آ گئے ویسے بھی زیادہ دیر نہیں لگے گی صبح ناشتے کے لیے بریڈ، دودھ اور انڈے لینے ہیں۔"

نوید بھائی کا منہ پھولا ہوا تھا لیکن وہ چلے گئے تھے۔ عنایہ نے رشک بھری نظروں سے بھابھی کو دیکھا جو کتنے آرام سے بھائی کا غصہ برداشت کر لیتی تھیں۔

"ہیلو!" اچانک شیشے کے پاس آ کر کسی نے کہا تھا۔ اس نے گردن گھما کر دیکھا تو اسے جھٹکا لگا تھا۔ وہ بے ساختہ پیچھے ہٹی اور ساتھ بیٹھی سبین سے ٹکرا گئی اس نے مضبوطی سے اس کا بازو تھاما تھا جس کا مطلب تھا وہ بھی اسے پہچان گئی تھی۔

"کیسی ہو عنایہ۔" وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" نوید بھائی کی آواز پر جہاں وہ مڑا تھا وہیں اس کی رکی ہوئی سانسیں بحال ہوئی تھیں۔

"تم!" اس کے مڑتے ہی نوید بھائی اتنے حیران ہوئے کہ بول ہی نہیں سکے۔

"کیسے ہو نوید بھائی۔" اس نے مسکرا کر مصافحہ کے لیے ہاتھ ان کی طرف بڑھایا جسے ایک نظر دیکھ کر نوید صاحب نے نظر انداز کر دیا تھا۔

"یہاں کیا کر رہے ہو۔" وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولے۔

"وہی جو آپ کر رہے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولا لیکن نوید صاحب کے ماتھے پر نظر آتے بلوں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"میں یہاں شاپنگ کرنے آیا تھا آپ نظر آ گئے تو سوچا سلام دعا کر لوں۔"

"ہنہ۔" نوید صاحب نے طنزیہ انداز میں ہنکارا بھرا "تم میں اب بھی ہمت ہے کہ ہمارا سامنا کر سکو۔ اگر تمہیں ایسا لگتا ہے تو تم بہت ہی ڈھیٹ اور بے شرم آدمی ہو۔"

"آپ جو بھی مجھے کہہ دیں مجھے برا نہیں لگے گا۔ مجھے پتا ہے کہ غلطی میری ہے اور میں اس غلطی کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔"

"غلطی!" نوید صاحب نے غصے سے دہرایا۔ "گناہ کیا ہے تم نے اور اس گناہ کا کوئی کفارہ نہیں۔"

"ہر گناہ کا کفارہ ہوتا ہے نوید بھائی اور اس گناہ کا کفارہ ہے۔ آپ مجھے موقع تو دیں۔ میں عنایہ سے بہت محبت کرتا ہوں میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

نوید صاحب کا دماغ جیسے الٹ گیا تھا۔ انہوں نے طیش کے عالم میں اسے گریبان سے پکڑ کر جھٹکا دیا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی ایسی بے ہودہ بکواس کرنے کی، بے شرم تو تم پہلے بھی تھے اب بے غیرت بھی ہو گئے ہو۔"

"نوید چھوڑیں، اسے تو اپنی عزت کی پروا

www.pklibrary.com

نہیں۔ آپ ہی کچھ خیال کرلیں۔ لوگ دیکھ رہے ہیں۔'' سعدیہ نے نوید کو بازو سے پکڑ کر پیچھے کھینچتے ہوئے کہا۔

''دور رہو ہم سے ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔''

انہوں نے انگلی اٹھا کر جیسے اسے وارن کیا تھا لیکن وہ ان کی دھمکی کے جواب میں مسکرا رہا تھا۔ نوید صاحب نے اندر بیٹھتے ہوئے زور سے دروازہ بند کیا اور جھٹکے سے گاڑی آگے بڑھادی۔

وہ اب بھی وہیں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''اتنا گھٹیا آدمی میں نے زندگی میں نہیں دیکھا۔ اس کی وجہ سے ہم اپنا شہر چھوڑ کر یہاں آئے تھے تاکہ کسی کو پتا نہ چلے۔ پھر اسے کیسے پتا چلا؟''

وہ غصے سے بولتے ہوئے سعدیہ کو دیکھنے لگے اور سعدیہ نے عنایہ کی طرف دیکھا جس نے سرفی میں ہلا کر انہیں منع کیا تھا۔

''اور یہ ذلیل پاکستان سے دفع ہو گیا تھا پھر واپس کب آیا؟'' ان کے پاس سوالوں کی لمبی قطار تھی لیکن ان کو جواب کون دیتا۔

''مجھے اس کے ارادے ٹھیک نہیں لگتے۔''

سعدیہ بھابھی نے اپنے خدشے کا اظہار کیا تھا۔ نوید صاحب نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''اب کیا کرسکتا ہے جتنا ہمارا برا کرنا تھا وہ کر چکا ہے، اس سے زیادہ اب وہ کچھ نہیں کرسکتا۔'' کہنے کے ساتھ انہوں نے بالکل خاموش بیٹھی عنایہ کا چہرہ دیکھا۔ دوسری نظر انہوں نے سبین پر ڈالی۔

''تم رشتے والی سے کہو، جتنی جلدی ہو سکے کوئی اچھا رشتہ بتائے میں اب مزید کوئی رسک نہیں لینا چاہتا کچھ عرصہ بعد ہمیں سبین کی شادی کرنی ہے۔ میں نہیں چاہتا سبین کے لیے کوئی مسئلہ پیدا ہو۔''

نوید صاحب کے کہنے پر عنایہ جو اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھ رہی تھی اپنے بھائی کو دیکھنے لگی لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھے وہ موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہے تھے عنایہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

''یا اللہ ابھی میرے کتنے امتحان باقی ہیں۔''

☆☆☆

وہ پائپ لیے کیاریوں میں پانی دے رہا تھا ساتھ گاہے بگاہے راحت صاحب کو بھی دیکھ رہا تھا جو بہت انہماک کے ساتھ کتاب پڑھ رہے تھے۔

اس نے منہ بنا کر ہاتھ پر بندھی گھڑی کو دیکھا جہاں شام کے چھ بج رہے تھے، وہ پائپ کیاری میں رکھ کر راحت صاحب کے پاس آ گیا۔

''ڈیڈی آپ آج کل واک پر نہیں جا رہے۔''

چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے اس نے سرسری سا انداز اختیار کیا۔

''دو دن ہی تو ہوئے ہیں نہیں جا رہا ورنہ روز جاتا ہوں۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو۔''

''کیونکہ میں سوچ رہا تھا۔ میں بھی آپ کے ساتھ واک پر چلتا۔''

''ٹھیک ہے تھوڑی دیر میں چلتے ہیں۔''

''پھر کیا فائدہ۔'' وہ بڑبڑایا۔

''کچھ کہا۔'' وہ غور سے اسے دیکھنے لگے۔

''کچھ نہیں بس سوچ رہا تھا آج کل عنایہ بھی واک پر نہیں آ رہی۔''

''تمہیں کیسے پتا؟'' وہ آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھنے لگے۔ ''ایک پل کے لیے وہ گڑبڑا کر رہ گیا۔

''اندازاً کہہ رہا ہوں، وہ نہیں آ رہی ہوگی اسی لیے آپ بھی نہیں جا رہے۔''

''ہم پلاننگ کر کے واک کرنے نہیں نکلتے۔''

وہ کہہ کر دوبارہ کتاب میں گم ہو گئے۔ تو افنان منہ بسور کر رہ گیا تب ہی راحت صاحب کے موبائل کی بیل بجی تھی وہ موبائل کان سے لگا کر کھڑے ہو گئے جبکہ وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا اور ان کی رکھی ہوئی کتاب اٹھالی جب وہ فون سن کر واپس آئے تو کسی گہری سوچ میں تھے۔

''خیریت ہے ڈیڈی؟''

''ہاں خیریت ہی ہے۔ وہ عرفان صاحب کا فون تھا۔''

''کیا کہہ رہے تھے؟''

www.pklibrary.com

"میں نے بتایا تھا نا وہ اپنے بیٹے کا رشتہ ڈھونڈ رہے تھے۔ انہیں عنایہ پسند آئی ہے کہہ رہے تھے آپ کے اچھے تعلقات ہیں۔ اس سے پہلے ہم رشتہ لے کر جائیں۔ آپ بات کر دیں۔"

"پھر؟" وہ سنجیدگی سے ان کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"پھر کیا.....؟ کروں گا بات نوید سے، اچھا لڑکا ہے ویل سیٹلڈ ہے عنایہ کے لیے اچھا رہے گا۔"

کہہ کر انہوں نے افنان کی طرف دیکھا جو تھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے غور سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

"ڈیڈی آپ کو میں نظر نہیں آتا؟"

"مطلب؟" وہ حیران ہوئے۔

"ایک غیر آدمی کا رشتہ لے کر آپ جا رہے ہیں۔ اچھا لڑکا ہے عنایہ خوش رہے گی۔ کیا آپ کا بیٹا اچھا نہیں یا میں عنایہ کو خوش نہیں رکھ سکتا۔"

وہ اتنے حیران ہوئے کہ کتنی دیر تک بول نہیں سکے۔

"افنان تم سیریس ہو؟"

"ڈیڈی! آپ کو لگتا ہے میں مذاق کر رہا ہوں۔" وہ برا مان کر بولا۔

"کب سے آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن آپ کو اپنا بیٹا نہیں دوسروں کا نظر آ رہا ہے۔" وہ قدرے ناراضی سے بولا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"تم نہیں جانتے افنان! مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے یہ سن کر۔"

"اگر آپ کی یہی خوشی تھی تو آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا۔"

"عنایہ میری بہو بنتی، یہ میری خوشی تھی لیکن مجھے یہ پتا نہیں تھا کہ اس میں تمہاری بھی خوشی ہے۔ میں اپنی مرضی تھوپ کر تمہاری زندگی خراب کرنا چاہتا تھا نہ عنایہ کی۔ تم جانتے ہو، میں نے کبھی تم دونوں بھائیوں کو کسی بات سے منع نہیں کیا۔ ذیشان نے بھی جب حفصہ سے شادی کا اظہار کیا تھا۔ میں نے تمہاری ماں کی مخالفت کے باوجود پوری طرح اس کی حمایت کی تھی کیونکہ مجھے میرے بیٹے کی خوشی عزیز تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا وہ ماں کے کہنے پر شادی کر لے اور پھر ساری زندگی سمجھوتے کے تحت گزار دے۔"

وہ شاید بات کرتے کرتے اپنی ماضی میں چلے گئے تھے۔ "خیر۔" پھر سر جھٹک کر مسکرائے۔ "میں آج ہی نوید کی طرف جاتا ہوں۔ عرفان صاحب کا میسج بھی دے آتا ہوں اور تمہاری بات بھی کر آتا ہوں پھر جو اللہ کو منظور۔"

"ڈیڈی!" وہ تقریباً چیخا تھا "یہاں عرفان صاحب کا کیا ذکر ہے؟"

"بیٹا! بات تو مجھے کرنی پڑے گی۔ لیکن تم فکر نہ کرو۔ مجھے پتا ہے کیا کرنا ہے لیکن اپنی ماں کا کیا کرو گے وہ نیا بکھیڑا کھڑا کر دے گی۔"

"کیوں؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"وہ جانتی ہے، عنایہ مجھے پسند ہے اور میری پسند سے اختلاف کرنا اس کا اولین فرض ہے۔"

"وہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ بس انکار نہیں ہونا چاہیے۔" راحت صاحب نے بغور بیٹے کی شکل دیکھی۔

"بات اتنی آگے چلی گئی مجھے پتا ہی نہیں چلا۔" وہ ابرو اچکا کر بولے تو وہ مسکرا دیا۔

"دوسری طرف بھی ایسی سچویشن ہے؟" ان کو پوچھنے پر وہ سر کھجانے لگا۔

"مجھے نہیں لگتا۔" اس کے کہنے پر وہ اس کا کندھا تھپتھپا کر مسکراتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

☆☆☆

مہمان جا چکے تھے۔ لیکن وہ اب تک الجھن کا شکار تھی۔ کیونکہ آنے والے مہمان راحت انکل تھے۔ لیکن الجھن کی وجہ ان کا آنا نہیں تھا۔ بلکہ اس سے ملے بغیر چلے جانا تھا۔

وہ برتن دھو رہی تھی جب سین اندر آئی اور آتے ہی اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں، اس کے لاڈ پر وہ مسکرا دی تھی۔

www.pklibrary.com

''آپ کے لیے گڈ نیوز ہے۔''

''اچھا!'' وہ مسکرا کر اس کی طرف مڑی اور سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

''آپ کا پروپوزل آیا ہے وہ بھی ایک نہیں دو۔'' وہ پرجوش انداز میں بتا کر عنایہ کا چہرہ دیکھنے لگی۔ لیکن اس کی توقع کے برعکس اس کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی۔

''کیا ہوا پھوپھو آپ کو خوشی نہیں ہوئی۔''

''کیا یہ خوشی والی بات ہے۔'' وہ الٹا اسی سے پوچھنے لگی۔

''بالکل خوشی والی بات ہے۔'' وہ اپنی بات پر زور دے کر بولی۔

''چلیں آپ کو پاپا بلا رہے ہیں۔''

''لیکن کیوں؟'' وہ پریشانی سے اپنا بازو چھڑواتے ہوئے بولی۔

''پھوپھو!'' سبین نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''ڈرنے والی کیا بات ہے۔ پاپا نے بات کرنے کے لیے بلایا ہے۔ کھا نہیں جائیں گے آپ کو۔'' وہ خوشی خوشی آئی تھی لیکن اب اس کا موڈ آف ہو گیا تھا۔

''سبین!'' اس نے پیار سے اس کا گال چھوا۔

''کیا پھوپھو! میں اتنی خوش ہوں اور آپ ایسے پریشان ہیں جیسے شادی نہیں پھانسی کی سزا ملنے والی ہو۔''

''سب جاننے کے باوجود تم ایسا کہہ رہی ہو۔'' وہ بے بسی سے بولی۔

''گزر گیا پاسٹ پھوپھو سب بھول جائیں۔'' وہ چھوٹی ہو کر اسے سمجھا رہی تھی وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

کافی دیر خاموشی کے بعد نوید بھائی نے گلا کھنکھار کر بات کا آغاز کیا تھا۔

''ماضی میں جو ہوا نہ میں اسے یاد کرنا چاہتا ہوں اور نہ اس بات کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ عرفان صاحب نے اپنے بیٹے کا رشتہ دیا ہے اور راحت صاحب بھی اپنے بیٹے کا رشتہ لے کر آئے ہیں۔ دیکھا جائے تو دونوں ہی اچھے ہیں۔ میرا خیال تھا عرفان صاحب کا بیٹا ٹھیک رہے گا کیونکہ وہ امریکہ سیٹل ہے اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا یہاں سے اور یہاں کے لوگوں سے تمہارا واسطہ نہیں رہے گا۔ لیکن تمہاری بھابھی کا خیال ہے۔ راحت صاحب کا بیٹا ٹھیک رہے گا کیونکہ راحت صاحب تمہیں بیٹیوں کی طرح چاہتے ہیں۔ اب تم بتاؤ تمہیں کیا ٹھیک لگتا ہے۔'' ان کے خاموش ہونے پر اس نے جھکی نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

''بھائی میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔''

''کیوں؟'' وہ ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ دوبارہ سر جھکا گئی۔

''کیا کوئی اور تماشا لگوانا چاہتی ہو تم؟'' ان کے پوچھنے پر اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔

''نوید!'' سعدیہ نے بے اختیار انہیں ٹوکا تھا تو انہوں نے گہرا سانس لے کر خود کو نارمل کیا۔

''دیکھو کبھی نہ کبھی شادی کرنی ہے۔ شاید میں کچھ دیر اور اس بات کو نظر انداز کر دیتا لیکن اب جب میں نے اس منحوس حماد کی شکل دیکھ لی ہے اور بکواس بھی سن لی ہے، میں مزید کوئی رسک نہیں لے سکتا یہ تو اچھا ہے دونوں رشتے اچھے ہیں ورنہ میں اس وقت کسی سے بھی تمہاری شادی کرنے کو تیار ہوں۔''

اس نے دکھ سے سعدیہ کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

''نوید مجھے لگتا ہے راحت صاحب والا پروپوزل ٹھیک رہے گا۔'' سعدیہ کے کہنے پر نوید نے دوبارہ عنایہ کو دیکھا۔

''کیا آپ نے انہیں میرے بارے میں بتایا۔''

''نہیں اور ضرورت بھی نہیں۔'' نوید کے دو ٹوک انداز پر وہ ہکا بکا ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔

''لیکن بھائی ان کا جاننا بہت ضروری ہے۔'' وہ زور دیتے ہوئے بولی۔

''جان کر جانتی ہو کیا ہو گا وہ کبھی پلٹ کر دیکھیں

www.pklibrary.com

گے بھی نہیں، وہ بات جو یہاں کوئی نہیں جانتا سب کو پتا چل جائے گی جو میں بالکل نہیں چاہتا۔ اس لیے تم بھی کوئی بات نہیں کروں گی اور سعدیہ تم بھی یہ دھیان رکھنا، عنایہ کے ماضی کی کوئی بات نہیں ہوگی۔ ان سے کہہ دینا ہم نکاح سادگی سے کریں گے صرف ہماری فیملی ہوگی کوئی رشتہ دار نہیں ہوگا۔ حق مہر کی بھی بات پہلے کرنی ہے ہمیں ایک بڑی رقم حق مہر میں لکھوانی ہے جو عنایہ کی سیکورٹی کا کام کرے گی۔"

وہ کچھ اور بھی کہہ رہے تھے لیکن اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔

☆☆☆

وہ ساری رات سو نہیں سکی۔ اس کا ضمیر یہ گوارا نہیں کر رہا تھا کہ وہ ایک شریف انسان کو دھوکا دے۔ جو شخص اس سے شادی کر رہا تھا اس کا حق تھا کہ وہ اس کے بارے میں سب کچھ جانے پھر اس کی قسمت وہ اسے اپناتا ہے یا ٹھکرا دیتا ہے۔ اور بھائی حق مہر کی بات کر رہے ہیں۔ کیا ایک بڑی رقم اس کے پرسکون مستقبل کی ضمانت ہے جب اسے میری حقیقت پتا چلے گی تو کیا وہ حق مہر اسے طلاق دینے سے روک سکے گا۔

کتنے سوال تھے جو اس کے سامنے تھے۔ اسے یہ بھی پتا تھا بھائی اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اور بھابھی ان کے خلاف نہیں جائیں گی۔

"میں کیا کروں۔" اس نے بے اختیار اپنا سر تھام لیا۔ اور صبح ہونے تک وہ فیصلہ کر چکی تھی۔

اس نے بہت ہمت کر کے راحت صاحب کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ "السلام علیکم انکل!"

"عنایہ!" اس کی آواز پہچان کر وہ خوش بھی ہوئے تھے اور حیران بھی۔ "آج انکل کی یاد کیسے آ گئی؟" عنایہ نے زور سے آنکھیں میچ کر خود کو بولنے کے لیے تیار کیا۔

"انکل! مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔"

"ہاں بولو بیٹا۔"

"فون پر نہیں انکل....."

"خیریت ہے عنایہ؟" اب انہوں نے چونک کر پوچھا۔

"جی خیریت ہے کیا آپ مجھ سے مل سکتے ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں میں گھر آ جاتا ہوں۔"

"نہیں انکل! بھائی اور بھابھی کو پتا نہیں چلنا چاہیے کہ میں نے آپ سے بات کی ہے۔" وہ ایک دم تیزی سے بولی تو راحت صاحب اب کچھ پریشان ہو گئے۔

"ٹھیک ہے میں گھر پر ہوں تم آ جاؤ۔" اس نے فون بند کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر بیل پر گیٹ کھل گیا تھا۔

"سب ٹھیک ہے عنایہ..... میں پریشان ہو گیا ہوں۔" انہوں نے کہنے کے ساتھ بغور اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا۔

اس کو خاموش دیکھ کر وہ اسے لان میں رکھی کرسیوں کی طرف لے آئے۔ موسم سرما کی آمد آمد تھی سورج کی تمازت جسم کو سکون بخش رہی تھی۔ راحت صاحب اس کے سامنے بیٹھے اس کے بولنے کے منتظر تھے۔

"کل آپ گھر آئے تھے۔" کہہ کر وہ رک گئی تھی جیسے الفاظ ڈھونڈ رہی ہو۔ راحت صاحب خاموشی سے اس کی جھکی نظروں کو دیکھ رہے تھے۔

"میرا پروپوزل لے کر بھائی چاہتے ہیں کہ آپ کو ہاں کہہ دی جائے لیکن....." وہ پھر رکی تو راحت صاحب نے گہرا سانس لیا۔

"لیکن تمہیں یہ رشتہ پسند نہیں۔" ان کے سنجیدہ انداز پر عنایہ نے جھٹکے سے نظریں اٹھائیں۔

"انکل میرے پاس یہ اختیار نہیں کہ میں کسی کو ریجیکٹ کروں بلکہ یہ اختیار آپ کے پاس ہے۔" اس کی مبہم باتوں سے راحت صاحب الجھ گئے تھے۔

"عنایہ بیٹا! اگر تم کھل کر بات کرو تو میرے لیے سمجھنا آسان ہو جائے گا۔"

www.pklibrary.com

"آپ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے انکل! میرا ایک ماضی ہے جس کا جاننا آپ کے لیے بہت ضروری ہے۔ میری فیملی میرے ماضی کو آپ سے پوشیدہ رکھنا چاہتی ہے جبکہ میں آپ کو کوئی دھوکا نہیں دینا چاہتی۔" پتا نہیں ایسی کیا بات تھی جس نے اس لڑکی کو ایک دن میں نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔

"میں....." وہ شروع میں ہی اٹک گئی تھی۔

"میں طلاق شدہ ہوں انکل! میری پہلے بھی شادی ہو چکی ہے۔" کہہ کر وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی۔

اس ایک جملے کو بولنے کے لیے وہ ساری رات خود سے لڑتی رہی تھی۔ دوسری طرف راحت صاحب کو بھی جھٹکا لگا تھا۔ روتے روتے بولتے ہوئے وہ اپنا سارا ماضی ان پر افشا کر رہی تھی۔

"میری غلطی اتنی بڑی نہیں تھی انکل! لیکن میں قصور وار ٹھہری تھی۔ میری وجہ سے میرے اپنوں کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ مجھے بس وہی یاد کروایا جاتا ہے میرے جسم اور میری روح پر جو زخم لگے ہیں۔ اس سے کسی کو کوئی سروکار نہیں۔ میں نہیں چاہتی آپ کے ساتھ کچھ برا ہو۔ آپ اچھے ہیں یقیناً آپ کے بیٹے بھی اچھے ہوں گے اور وہ ایک اچھی لڑکی ڈیزرو کرتے ہیں۔"

ایک بوجھ تھا جو اس کے ضمیر سے اترا تھا۔

"طلاق اگرچہ بہت بری چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں میں سے ایک ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسا عیب نہیں کہ اسے زندگی کا روگ بنا دیا جائے یا اسے چھپایا جائے۔"

راحت صاحب کے کہنے پر وہ استہزائیہ انداز میں مسکرائی۔

"آپ کو بتایا نا انکل! بات طلاق کی نہیں بات جس طرح نکاح ہوا جس طرح مجھے لوگوں کے سامنے برا بنا کر پیش کیا گیا جس طرح میرے ساتھ سلوک ہوا اور جس طرح جن الفاظ کے ساتھ مجھے طلاق دی گئی۔ وہ بات چھپانے لائق ہے۔"

تین سال پہلے بھابھی نے میری شادی کی کوشش کی جب یہ بتایا جاتا ہے کہ میں طلاق یافتہ ہوں تو سب بھاگ جاتے ہیں اگر اس طلاق یافتہ کے لیے کوئی طلاق یافتہ یا ادھیڑ عمر یا بچوں والا آتا ہے تو ہمارے ہی رشتہ دار میرے متعلق ایسی باتیں کرتے ہیں وہ مڑ کر نہیں آتے۔ اسی لیے بھائی وہ شہر چھوڑ کر یہاں آ گئے جہاں ہمیں کوئی نہیں جانتا اور اب بھی آپ کو نہ بتانے کی وجہ یہی ہے کہ آپ انکار نہ کر دیں اور میں پھر ان کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے لیے یہاں نہ رہ جاؤں۔"

کہہ کر وہ کھڑی ہوئی تھی۔

"امید ہے انکل یہ جان کر آپ مجھ سے نفرت نہیں کریں گے۔" راحت صاحب کی مسلسل خاموشی پر اسے جواب مل گیا تھا۔

"انکل بھائی آپ کو فون کریں گے۔ آپ انکار کرتے وقت کوئی بھی وجہ دے دیں لیکن میرا مت بتایئے گا کہ میں آپ کے پاس آئی تھی۔"

اسے پتا تھا کہ انجام یہ ہی ہوگا لیکن پتا نہیں کیوں اسے پھر بھی بہت رونا آ رہا تھا۔ وہ ان سے نظریں ملائے بغیر تیزی سے باہر کی طرف بڑھی تبھی گیٹ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا تھا دونوں ایک دوسرے پر نظر ڈالتے ہی چونک گئے تھے۔ اس سے پہلے وہ اس سے کچھ پوچھتا عنایہ تیزی سے اس کی سائیڈ سے نکلی تھی۔ وہ اسی حیرت سے راحت صاحب کی طرف آیا جن کے چہرے پر سوچ کی پرچھائیں واضح تھیں۔

"سب ٹھیک ہے ڈیڈی؟" وہ کچھ حیران ان کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا۔

"ہاں سب ٹھیک ہے۔"

"تو عنایہ کیوں آئی تھی۔"

"یہ بتانے آئی تھی کہ وہ شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ کہتے ہی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"کیوں؟" وہ بے ساختہ ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ "کیا اسے کوئی اور پسند ہے؟" اس کے پوچھنے

www.pklibrary.com

پر انہوں نے سر نفی میں ہلایا۔

"تو کیا میں اسے پسند نہیں؟"

"ایسی بات نہیں۔" وہ جھنجھلا کر بولے۔

"تو پھر کیا بات ہے۔" وہ بھی جھنجلا کر بولا۔ راحت صاحب کچھ کہے بغیر خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتے رہے جیسے کچھ اندازہ لگانا چاہتے ہوں۔

"دنیا میں اور بھی بہت سی اچھی لڑکیاں ہیں۔ دنیا عنایہ پر تو ختم نہیں ہوتی۔" افنان جی بھر کر حیران ہوا۔

"یہ آپ کہہ رہے ہیں ڈیڈی!" وہ خاموش تھے۔

"آخر ایسا کیا ہو گیا ہے مجھے بھی تو پتا چلے۔"

"یہ ٹاپک ختم ہو گیا افنان اب اس بارے میں بات نہیں ہو گی۔" وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ کر کھڑے ہو گئے لیکن اس نے ان کا بازو تھام کر انہیں روک لیا تھا۔

"میں وجہ جاننا چاہتا ہوں۔" راحت صاحب پھر سے کشمکش کی کیفیت لیے اسے دیکھنے لگے کہ اسے حقیقت بتائی جائے یا نہیں۔

"مجھے نہیں پتا ڈیڈی کیا بات ہے لیکن مجھے پتا ہونا چاہیے۔ مجھے کیوں ریجیکٹ کیا گیا ہے۔"

"اس نے تمہیں ریجیکٹ نہیں کیا، وہ بس تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتی۔ تمہیں کسی امتحان میں نہیں ڈالنا چاہتی۔" وہ جو پتا نہیں کیا سننے کی امید کر رہا تھا گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"یہ اسے کیسے لگا اس کے ساتھ سے مجھے تکلیف ہو گی یا اس کا ساتھ میرا امتحان لے گا۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"اس کے گھر والوں کی بڑی بڑی شرائط ہیں۔ لاکھوں پر مشتمل ان کا حق مہر ہے۔ ہزاروں میں ماہانہ خرچ چاہیے، نکاح سادگی سے کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی پتا نہیں کیا گیا؟" وہ بیزاری سے بولے۔

"اس میں ٹینشن کیا ہے مجھے سب منظور ہے۔"

وہ خوش دلی سے بولا راحت صاحب نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"یہ اتنا آسان افنان! تمہاری ماں کبھی نہیں مانے گی۔ ابھی تمہیں یہ معمولی لگ رہا ہے کل کو یہ باتیں تم لوگوں کے مابین وجہ تنازع بن سکتی ہیں۔ میں نہیں چاہتا عنایہ کو کوئی تکلیف ہو۔ وہ بچی پہلے ہی بڑی مشکل سے گزری ہے۔" آخری بات انہوں نے خود کلامی کے انداز میں کی تھی۔

"ڈیڈی! مجھے عنایہ اتنی پسند ہے کہ اس کی خاطر میں سب ہینڈل کر لوں گا اس کی فیملی کو بھی اور اپنی ماما کو بھی۔" راحت صاحب نے اسے چونک کر دیکھا یہ تو وہ جانتے تھے وہ چیزوں کو آسانی سے ہینڈل کر لیتا تھا اب اگر وہ کہہ رہا تھا وہ ہینڈل کر لے گا تو وہ کر لے گا۔

"افنان! عنایہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ بہت سادہ اور بہت پرخلوص۔ اس کی قدر کرنا اور اسے ہمیشہ اپنا مان دینا۔ تم پر بھروسا کر کے یہ رشتہ کر رہا ہوں۔ مجھے امید نہیں یقین ہے، تم مجھے عنایہ کے سامنے شرمندہ نہیں کرواؤ گے۔" افنان مزید حیران ہوا۔

"کیا ہو گیا ہے ڈیڈی! میں کون سی دنیا سے انوکھی شادی کرنے جا رہا ہوں، جو آپ اتنا ڈر رہے ہیں اور مجھے اس وقت لگ رہا ہے میں اپنے باپ کے سامنے نہیں، عنایہ کے باپ کے سامنے بیٹھا ہوں۔" اب کے وہ ناراضی سے بولا تو راحت صاحب کھل کر مسکرائے تھے انہوں نے سوچ لیا تھا انہیں کیا کرنا ہے۔

☆☆☆

وہ ابھی تک ایک شاک کے عالم میں بیٹھی اپنے سامنے بیٹھے شوہر اور بیٹے کو دیکھ رہی تھیں۔

"مجھ سے پوچھے بغیر..... مجھے بتائے بغیر آپ میرے بیٹے کا رشتہ لے کر گئے۔ میری کوئی حیثیت ہے یا مجھے مرا ہوا سمجھ لیا تھا آپ نے؟" وہ شاک کی کیفیت سے نکل آئی تھیں اور غصے سے ان کی بری

www.pklibrary.com

حالت تھی۔

"رشتہ ابھی کون سا ہوگیا ہے جو تم اتنا آگ بگولہ ہو رہی ہو۔ ابھی بات کی ہے۔ ان کی آمادگی ابھی ظاہر ہوئی ہے تو ظاہر ہے، بات تو اب ہوگی تم ماں ہو۔ تم ہی شگن کر کے آؤ گی۔" راحت صاحب رسانیت سے بولے۔

"شگن....." وہ زہر خندہ انداز میں بولیں۔ "جوتی جاتی ہے میری وہاں رشتہ لے کر، وہ ہی لڑکی رہ گئی ہے۔ یتیم مسکین۔ سگے بھائی اس کو جہیز دینے کو تیار نہیں۔ بارات میں سو لوگ بلانے کی حیثیت نہیں اور حق مہر پچیس لاکھ..... کیا سرخاب کے پر لگے ہیں اس لڑکی میں۔ میری جوتی جاتی ہے وہاں رشتہ لے کر۔ ایک سے بڑھ کر ایک رشتہ موجود ہے میرے شہزادے بیٹے کے لیے۔" راحت صاحب نے ایسی نظروں سے افنان کو دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں میں نے کہا تھا نا۔

افنان نے خاموشی سے ماں کو دیکھ رہا تھا جب بولا تو اس کا انداز دوٹوک تھا۔

"میں فیصلہ کر چکا ہوں، میں عنایہ سے ہی شادی کروں گا۔"

"یہ سب تمہارے باپ کا کیا دھرا ہے جس میں تم بھی شامل ہو گئے ہو لیکن میں اس کا حصہ بالکل بھی نہیں بنوں گی۔" افنان نے گہرا سانس لیا۔

"ٹھیک ہے، آپ کی مرضی ہے۔"

"مطلب؟" نائلہ کو جھٹکا لگا تھا۔

"میں آپ کو مجبور نہیں کر سکتا اور نہ زبردستی کر سکتا ہوں۔ جب آپ کو ماں ہو کر اپنے بیٹے کی خوشی کا احساس نہیں، یہاں بھی آپ کو ڈیڈی کے خلاف جا کر اپنی انا کو تسکین دینی ہے تو آپ کی مرضی ہے۔ لیکن یہ سوچ لیں کہ میں عنایہ کے سوا کسی اور لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔"

"تم اس کے لیے جوگ لے لو گے؟" اب کے نائلہ کی آواز میں پسپائی تھی۔

"میرا نہ ایسا ارادہ ہے نہ خواہش لیکن آپ مجھے ایسا کرنے پر مجبور کر رہی ہیں۔"

"افنان! تمہیں ہو کیا گیا ہے۔" وہ اب کھڑی ہو گئی تھیں اور اس کے سامنے آ گئیں۔ "ایک عام سی لڑکی کے لیے تم اپنی ماں کے خلاف جا رہے ہو۔"

"وہ لڑکی میرے لیے خاص ہے ماما۔" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔ اس کے لفظوں کی گہرائی اس کی آنکھوں میں محسوس ہو رہی تھی۔ انہوں نے بے اختیار گہرا سانس لیا اور مڑ کر خاموش بیٹھے حفصہ اور ذیشان کو دیکھا۔

"تم دونوں کو بھی پتا تھا؟" ان کے پوچھنے پر وہ دونوں جو مسکرا رہے تھے سٹپٹا کر سر نفی میں ہلانے لگے تو گھوم کر راحت صاحب کو دیکھنے لگیں۔

"پھر کب جانا ہے عنایہ کی طرف۔" ان کے پوچھنے پر افنان نے بے ساختہ انداز میں انہیں بانہوں میں لے کر گھما ڈالا تھا۔

☆☆☆

اسے ابھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اسے قبول کر لیا گیا تھا۔ وہ بھی اتنی عزت اور چاہت کے ساتھ۔ وہ مسکراتی نظروں سے بائیں ہاتھ میں پہنی انگوٹھی کو دیکھنے لگی۔

اگلے ہفتے اس کا نکاح تھا اور سب کچھ بھائی کی شرائط کے مطابق ہو رہا تھا۔ سب اس کی بات طے ہو جانے پر خوش تھے۔ اسے اس بات پر حیرت نہیں تھی حیرانی اس بات پر تھی کہ سونیا بھابھی خوش تھیں۔ ان کے اس رویے پر وہ حیران سے زیادہ پریشان تھی لیکن وہ اب کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی بس خوش ہونا چاہتی تھی۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ بند آنکھوں کے پیچھے ایک چہرہ نظر آیا تھا۔

"افنان۔" وہ دھیمے سے بولی تھی اور بند آنکھوں کے ساتھ مسکرا دی۔

"بھابھی! اتنا بھاری جوڑا۔" عنایہ نے کام سے بھرے ہوئے لہنگے کو دیکھ کر بے ساختہ کہا تھا۔

"بھاری کہاں ہے؟" سعدیہ بھابھی لاپروائی

www.pklibrary.com

سے بولیں۔ ''شادی ہورہی ہے تمہاری۔''

''لیکن بھابھی! سادہ سا نکاح ہے، سادہ کا مطلب سمجھتی ہیں آپ۔''

''سمجھتی ہوں لیکن یہ فرمائش تمہارے ہونے والے شوہر کی طرف سے آئی ہے۔'' اور وہ جو انہیں منع کرنا چاہ رہی تھی چپ کی چپ رہ گئی۔

''کیوں..... کیا ہوا؟''

سعدیہ بھابھی نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا جو اب لہنگے کو ہی دیکھ رہی تھی۔

''اگر پسند نہیں تو منع کردیتی ہوں، بھائی صاحب یہ واپس رکھ لیں۔''

''نہیں، یہ ٹھیک ہے۔'' اس کے منع کرنے پر سعدیہ کھل کر مسکرائی تھیں۔

☆☆☆

''یہ سبین کہاں چلی گئی؟'' دوکان سے باہر نکل کر سعدیہ نے متلاشی نظروں سے اردگرد دیکھا جو انہیں ایک جیولری شاپ میں نظر آگئی تھی۔

''میں نے فرحانہ سے بھی ٹائم لے لیا ہے۔'' انہوں نے اپنی دوست کا نام لیا جس کا بیوٹی پارلر تھا اسے منہ کھولتا دیکھا انہوں نے فوراً ٹوک دیا۔

''ہر وقت سادگی اچھی نہیں لگتی۔ اتنا اچھا لہنگا بغیر میک اپ کے پہنو گی اور ہاں مہندی دونوں ہاتھوں میں بھر بھر کے لگوانی ہے۔''

اس نے نروٹھے پن سے انہیں دیکھا تو وہ مسکرادیں۔

''یہ بھی تمہارے ہونے والے شوہر کی فرمائش ہے۔'' اس کی مسلسل خاموشی پر سعدیہ نے موبائل سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا۔

''کیا ہوا؟'' عنایہ نے مسکراہٹ روک کر سر نفی میں ہلایا۔

''یہ فرمائشیں کس وقت ہوتی ہیں؟'' کچھ دیر بعد وہ سعدیہ سے پوچھ رہی تھی۔

''جب وہ تم سے بات کرنے کے لیے فون کرتا ہے اور فون میں اٹینڈ کرتی ہوں۔''

''آپ نے مجھے نہیں بتایا۔'' ان کی شرارت پر وہ بے چینی سے بولی۔

''جان بوجھ کر نہیں بتایا کیونکہ میں تمہیں جانتی ہوں، اگر بات ہوتی تو تم انہیں اپنی ڈائیورس کے بارے میں بتادیتیں، جو ہم نہیں چاہتے۔ یہ رشتہ شروع ہونے سے پہلے ختم ہوجاتا اور آج جو تمہارے چہرے پر اتنے سالوں بعد خوشی دیکھی ہے، وہ کیسے دیکھنے کو ملتی۔''

ان کی بات پر وہ مسکرادی کیونکہ وہ نہیں جانتی تھیں، سچ وہ بتا چکی ہے۔ اس لیے تو مطمئن ہے تب ہی سبین تیز تیز چلتی ان کی طرف آئی تھی۔

''کتنی دیر لگادیتی ہیں ممی آپ کب سے آپ دونوں کا ویٹ کررہی ہوں۔''

''کیوں بتایا تو تھا اس شاپ پر ہوں۔'' سعدیہ نے پیچھے اشارہ کیا۔

''وہ سونیا چچی بار بار فون کررہی تھیں، انہیں بھی شاپنگ کرنی ہے، لوکیشن پوچھ رہی تھیں۔'' سعدیہ نے ماتھے پر بل ڈال کر پوچھا۔

''تو میں نے سینڈ کردی۔'' وہ لاپروائی سے بولی۔ عنایہ نے پریشانی سے سعدیہ کو دیکھا۔

''بھابھی! میں نہیں چاہتی سونیا بھابھی یہاں آئیں۔ مجھے ان کی نظروں سے خوف آتا ہے۔''

''تم پریشان نہ ہوں، میں اسے ہینڈل کرلوں گی۔ تم سبین کے ساتھ پارلر جاؤ، فرحانہ کا دو دفعہ فون آچکا ہے۔''

''جی۔'' وہ سر ہلا کر مڑ گئی تھی۔

☆☆☆

''پھوپھو! آپ یہیں ویٹ کریں کیونکہ ممی نے یہی آنا ہے۔ میں کار لے کر یہیں آتی ہوں۔'' سبین کے کہنے پر اس نے سر ہلا کر اپنے دونوں ہاتھ دیکھے اور کتنی دیر تک اپنے ہاتھوں پر مہندی کے نقش ونگار کو دیکھ کر مسکراتی رہی۔

''بہت خوش لگ رہی ہو۔'' پیچھے سے آتی آواز وہ مڑے بغیر بھی پہچان گئی تھی۔ اس کے لب بھنچ گئے

www.pklibrary.com

اس نے ڈرتے ڈرتے پیچھے دیکھا اور اس کے دیکھنے پر وہ کھل کر مسکرایا تھا۔ وہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"شادی کر رہی ہو؟" اس کے سوال پر عنایہ نے اس طرف دیکھا جہاں سے سعدیہ بھابھی کو آنا تھا۔

"آج بھی تم مجھ سے نظریں نہیں ملاتیں اور آج بھی مجھے تمہاری آنکھوں میں دیکھنا اچھا لگتا ہے۔" عنایہ کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا تھا۔

"ڈرو نہیں عنایہ! میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانے نہیں آیا۔ بس یہ بتانے آیا ہوں، آج بھی میں تمہارا منتظر ہوں۔"

اب کی بار عنایہ نے غصے سے اسے دیکھا۔

"یہ بات کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔"

"تم جانتی ہو، مجھے شرم نہیں آتی۔" وہ ڈھٹائی سے بولا تو عنایہ فٹ ہاتھ سے نیچے اتر گئی۔ تب تک سعدیہ بھابھی تیز تیز چلتی ان تک پہنچ گئی تھیں۔

انہوں نے قہر بھری نظر حماد پر ڈالی، جواباً وہ مسکرایا تھا۔

"السلام علیکم بھابھی! کیسی ہیں؟ سنا ہے بڑے زور شور سے شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔" اس نے ان کے ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگز کی طرف اشارہ کیا۔

"حماد! تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔ ہمارے درمیان جو رشتہ تھا، ختم ہو چکا ہے بلکہ تم نے خود اپنے ہاتھوں سے سب کچھ تباہ کیا ہے۔ اب بچا کیا ہے جو بار بار آ جاتے ہو۔ چھوڑ دو عنایہ کا پیچھا، بخش دو ہمیں۔" سعدیہ بھابھی نے تنگ آ کر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

"ارے بھابھی! آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔" اس نے جیسے ان کی جھنجلاہٹ کا مزہ لیا تھا۔

"مجھے جتنی عنایہ کی شادی کی خوشی ہے، شاید اتنی عنایہ کو بھی نہیں ہوگی۔" اس نے ایک بھرپور نظر عنایہ پر ڈالی جو سامنے دیکھ رہی تھی۔ سعدیہ بھابھی نے اسے ایسے دیکھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ اور اس نے بھی جیسے ان کی نظریں پڑھ لیں۔

"میرا ذہنی توازن ٹھیک ہے ابھی تک بھابھی! ویسے عنایہ کا کمپریری ہسبنڈ کرتا کیا ہے۔"

"تمہیں مطلب؟" سعدیہ بھابھی غصے سے بولیں۔

"مجھے ہی تو مطلب ہے، خیر نہ بتائیں۔ یہ پتا کروانا میرے لیے کیا مشکل ہے۔" عنایہ بظاہر سامنے دیکھ رہی تھی لیکن اس کی باتیں سن کر اس کا دل کانپ رہا تھا۔ وہ شاید پھر اس کی خوشیاں چھیننا چاہتا تھا۔

"میری بات سنو حماد! کوئی فضول حرکت کرنے کی سوچنا بھی مت۔ اگر عنایہ کی شادی میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا اس کا بھگتان سونیا کو بھگتنا پڑے گا۔" انہوں نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا تھا۔

"بے فکر رہیں بھابھی! میں ایسا کچھ بھی نہیں کرنے والا۔ ان شاء اللہ شادی خیریت سے ہوگی۔ میں صرف مبارک باد دینے آیا تھا۔" وہ ایک دم بات ختم کر کے مڑ گیا تھا۔

"یہ بالکل پاگل ہو گیا ہے۔" سعدیہ بھابھی بڑبڑا کر اس کی طرف مڑیں جس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

"عنایہ! اب تمہیں کس بات کا ڈر ہے۔ منہ کیوں نہیں توڑ دیتیں اس کا؟" سعدیہ کو اس کی بزدلی پر غصہ آیا تھا۔ عنایہ نے جب ان کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔

"بھابھی! جب میں اسے دیکھتی ہوں تو اس کا وہی چہرہ سامنے آتا ہے جو آپ نے نہیں دیکھا جو بہت خوف ناک ہے۔ مجھے اس کے پاگل پن سے ڈر لگتا ہے۔ آج بھی اپنے جسم پر وہ درد محسوس ہوتا ہے جو اس نے اپنے پاگل پن میں مجھے دیا تھا۔"

وہ ہاتھ میں لگی مہندی جس کو دیکھ کر وہ خوش رنگ خیالوں میں کھو گئی تھی۔ سب بھول گئی تھی وہی درد جاگ اٹھا تھا جس کے ساتھ وہ پچھلے پانچ سالوں سے جی رہی تھی۔

سعدیہ کو اپنے سخت لہجے پر افسوس ہوا تھا۔

www.pklibrary.com

"مجھے معاف کردو عنایہ! میں کچھ لمحوں کے لیے بھول گئی تھی جو تم پر گزر رہا ہے۔ لیکن میرے بچی! وہ باب ختم ہوگیا۔ اب نئی زندگی شروع ہونے والی ہے۔ اس کے بارے میں سوچو۔ اب وہ کچھ نہیں کرسکتا، وہ بس تمہیں پریشان کررہا ہے۔"

"لیکن بھابھی! وہ اس طرح کیوں کررہا ہے۔ ان سب باتوں کا کیا مقصد ہے۔ وہ کیوں واپس پاکستان آیا ہے۔" وہ بہت پریشان تھی۔

"تمہیں یاد ہے نا ایک دفعہ سونیا نے بتایا تھا کہ امریکا میں اس کا ٹریٹمنٹ چل رہا ہے اور تم نے بھی بتایا، وہ کتنا جنونی تھا۔ مجھے لگتا ہے اس کا مرض بڑھ گیا ہے، تب ہی ایسی باتیں کررہا ہے۔" سعدیہ کا انداز پرسوچ تھا جبکہ وہ پریشانی سے ہتھیلیوں کو مسلنے لگی جہاں مہندی سوکھ چکی تھی۔

☆☆☆

کچھ دنوں بعد وہ سب بھلائے آنے والی زندگی کو لے کر خوش تھی۔ دوبارہ اسی کیفیت میں چلی گئی تھی۔ ہر فون، ہر آہٹ پر اسے گمان ہوتا تھا۔ ابھی افنان کے گھر سے کوئی آئے گا اور اسے بے عزت کرکے ریجیکٹ کرجائے گا۔ صرف دو دن رہ گئے تھے اور اسے لگتا تھا جیسے وہ سولی پر لٹک رہی ہے۔ اسے حماد سے کوئی اچھی امید نہیں تھی۔ وہ کچھ بھی کرسکتا تھا' وہ سونیا بھابھی کے تایا کا بیٹا تھا۔ سونیا بھابھی کا دودھ شریک بھائی۔

حماد سے اس کی پہلی ملاقات سونیا بھابھی کی مہندی پر ہوئی تھی۔ اس کے بھائی کی شادی تھی۔ وہ بہت ایکسائیٹڈ تھی، ان سب کزنوں نے مل کر دو ہفتے لگا کر لڈی پریکٹس کی تھی۔ وہ سب لڈی ڈال رہی تھیں۔ جب سونیا بھابھی کی طرف سے بورنگ بورنگ کی صدا آئی۔ وہ سب رک کر ادھر دیکھنے لگیں۔ جہاں لڑکوں کا ٹولہ کھڑا تھا جنہوں نے اتنا طوفان بدتمیزی مچایا وہ سب گھبرا کر ایک طرف ہوگئیں۔

اس کا موڈ ایک دم خراب ہوگیا تھا تب ہی اس نے حماد کو اپنی طرف آتے دیکھا وہ اس سے معذرت کررہا تھا۔

وہ یوں اس پر نظریں جمائے کھڑا تھا کہ وہ گھبرا کر وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ اور پھر شادی اور ولیمے پر جیسے اس کا سایہ بن کر اس کے اردگرد ہی رہا اور وہ جس نے فنکشن کے بارے میں بہت کچھ سوچ رکھا تھا اس کی نظروں کی وجہ سے سارا ٹائم اس سے چھپتی رہی اور پھر اس کے اندیشے کے مطابق بھابھی کی شادی کے ایک ماہ بعد اس کا رشتہ بھی آگیا تھا لیکن اس کے ابا جو اس وقت حیات تھے۔ انہوں نے منع کردیا تھا کیونکہ وہ اس وقت بیس سال کی تھی اور حماد بھی بمشکل تیئس چوبیس سال کا تھا۔ کوئی جاب بھی نہیں تھی۔

تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ ایک لمبی جائیداد تھی۔ جس پر وہ عیش کررہا تھا لیکن ان لوگوں نے اس انکار پر یہ سلسلہ ختم نہیں کیا۔ بلکہ سونیا اور مزید رشتہ داروں کے توسط سے دباؤ ڈالنے کی کوشش کی اور حماد ہر اس جگہ پہنچ جاتا جہاں وہ ہوتی۔

ہر روز وہ اسے کالج کے باہر نظر آتا وہ جتنا اسے نظر انداز کرتی وہ اتنا اس کے پیچھے آتا۔ گھر میں نامعلوم کالز کی تعداد بڑھنے لگی۔ ایک دن اس نے کالج کے باہر اس کا راستہ روک لیا تھا۔

پہلی دفعہ ایسا ہوا تھا کہ وہ بری طرح ڈر گئی تھی۔ لیکن وہ اردگرد سے بے نیاز اس سے محبت کا اظہار کررہا تھا اور پھر وہ بار بار اس کے سامنے آنے لگا تھا۔

وہ اب اسے فون بھی کرنے لگا تھا اور اس سے بات کرتے ہوئے وہ بہت جذباتی ہوجاتا تھا۔ اور وہ ڈر جاتی تھی۔ اگر وہ کالج نہ جاتی یا اس کا فون نہ سنتی تو وہ اسے مرنے کی دھمکی دے کر بات کرنے پر مجبور کرتا۔

اس نے دوبارہ رشتہ بھیجا تھا لیکن ایک بار پھر ابا نے انکار کردیا تھا جواباً اس کی ماں نے ابا کو طعنہ دیا آپ کی بیٹی کی رضامندی سے آئے ہیں۔ اور یہ سن کر اس کے ابا اور دونوں بھائی طیش میں آگئے تھے۔

وہ جوابا کی بڑی لاڈلی تھی جنہوں نے اسے کبھی

www.pklibrary.com

ڈانٹا نہیں تھا۔ وہ اس سے سختی سے باز پرس کررہے تھے اور اپنے سامنے کھڑے اپنے جان چھڑکنے والے بھائی اور باپ کی آنکھوں میں شک ناراضی دیکھ کر اس کا دل چاہا زمین پھٹے اور اس میں سما جائے۔ اس پر پابندی لگادی گئی تھی۔ وہ باہر نہیں جاسکتی ایسے میں صرف سونیا بھابھی تھیں جو اس کی دل جوئی کرتی تھیں وہ ہمدردی کے نام پر بہت اچھی طرح اس کا برین واش کررہی تھیں کہ کسی کو پسند کرنا گناہ تو نہیں۔ وہ اتنی لکی ہے کوئی ایسے اتنا چاہتا ہے۔ وہ روز اسے حماد کا حال دل سناتی تھیں اور اس کی تکلیف کا ایسا نقشہ کھینچتیں کہ وہ اس کے لیے پریشان ہوکر رہ جاتی۔

اسے بھی اب یقین آنے لگا تھا کہ اس کے بھائی اور باپ اس کی خوشی نہیں چاہتے صرف حماد ہی ہے جو اسے چاہتا ہے۔ اس دن گھر میں کوئی نہیں تھا وہ اکیلی تھی تب ہی سونیا بھابھی روتی ہوئی آئی تھیں۔ ان کے بری طرح رونے سے وہ گھبرا گئی تھی اور ان کی بات سن کر اس کا رنگ بھی اڑ گیا تھا۔ حماد نے اپنی نس کاٹ لی تھی۔ وہ آخری بار اس سے ملنا چاہتا تھا اور وہ شدید کشمکش کی کیفیت میں سونیا بھابھی کو دیکھ رہی تھی۔

آخر کار اتنے عرصے سے کی جانے والی برین واشنگ باپ بھائیوں کی عزت پر حاوی ہوگئی تھی۔ اور وہ سونیا کے ساتھ حماد سے ملنے چلی گئی تھی اور یہی اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

اس کی کلائی پر پٹی بندھی تھی لیکن وہ بالکل ہشاش بشاش تھا۔ اپنی پریشانی میں اس نے غور ہی نہیں کیا۔ سونیا بھابھی اب اس کے ساتھ نہیں تھیں۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑے رو رہا تھا وہ اب اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ اسے وہاں رکنے کا کہہ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ کھینچنے پر وہ جارحیت پر اتر آیا تھا اس نے اپنی مدد کے لیے سونیا کو بلانا چاہا تب ہی دروازہ جھٹکے سے کھلا تھا وہ سونیا بھابھی تھیں اور اس کے پیچھے ابا اور نوید اور نبیل بھائی اس نے جھٹکے سے اپنے ہاتھ کھینچے تھے۔

''دیکھیے ابا جی! میں نے اسے کتنا منع کیا لیکن یہ کچھ بھی سنے بغیر یہاں آگئی۔ میں تو آپ لوگوں کی خاطر اپنے بھائی کے خلاف چلی گئی تھی لیکن عنایہ خود حماد سے شادی کرنا چاہتی ہے۔'' یہ سونیا بھابھی تھیں۔ مظلومیت کا لبادہ اوڑھے اس کی عزت کا جنازہ نکالتے ہوئے وہ دکھ اور حیرت کے مارے ساکت ہوکر رہ گئی۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا ان کی نظروں میں دکھ تھا۔ وہ تڑپ کر ان کی طرف بڑھی۔

''ابا جی!'' اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی نوید بھائی نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔ وہ لہرا کر زمین پر گری تھی لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری تھی وہ درد بھلا کر اٹھی تھی۔

''ابا جی! میں نے کچھ نہیں کیا۔'' اس نے ساکت کھڑے ابا کا ہاتھ تھاما۔

''کچھ نہیں کیا تو یہاں کیوں ہو، منع کیا تھا نا تمہیں؟''

نوید بھائی اس کے قریب آکر چیخے۔

''نکاح کررہے ہیں ہم۔'' اس سے پہلے وہ کچھ کہتی اس کے پیچھے مطمئن کھڑا حماد بولا تھا۔ سب کی نظریں حماد کی طرف گھوم گئی تھیں۔

''جھوٹ بول رہا ہے یہ'' وہ چیخ اٹھی تھی۔ تب ہی چار آدمی ایک مولوی اندر داخل ہوئے تھے۔

''آپ خود دیکھ لیں، کون جھوٹ بول رہا ہے۔'' سونیا نے نبیل کو جتاتے ہوئے انداز میں کہا تھا۔

''چلیں ابا! مرگئی یہ ہمارے لیے۔'' نوید بھائی نے ابا سے کہا لیکن وہ ویسے ہی کھڑے رہے۔

''اب ہم اسے دفنا کر ہی جائیں گے، مولوی صاحب پڑھائیں نکاح۔''

اس کے ابا کہہ رہے تھے۔ وہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔ اس کے اپنوں کی نظروں میں نفرت تھی اس کے لیے، اپنی صفائی میں کہنے والے سارے لفظ اس کے اندر ہی دفن ہوگئے۔

وہ چلے گئے تھے۔ اس کو دفنا کر اور وہ واقعی مرگئی تھی۔ لیکن اسے مارنے والا اپنی جیت کے زعم میں اتنا

www.pklibrary.com

مگن تھا کہ اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ زندہ دل لڑکی کے احساس احساسات مردہ ہوگئے ہیں۔ اس کے والہانہ پن کے جواب میں اس کے پاس سرد مہری کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اس نے کبھی اس سے محبت کا دعویٰ کیا تھا لیکن اسے تو محبت نظر نہیں آئی وہ تو بس ایک ضد تھی جو اس نے پوری کرلی تھی۔ اب وہ عام تھی۔ اس کے سرد رویے نے اس کی محبت کا نشہ اتار دیا تھا۔ عزت تو وہ پہلے بھی نہیں کرتا تھا اب تو جیسے ہر لحاظ ختم ہوگیا تھا۔ بات بات پر وہ اسے دھنک کر رکھ دیتا۔ وہ جو اتنی لاڈلی تھی۔ رل گئی تھی۔ اس کے جسم پر جگہ جگہ نیل کے نشان تھے لیکن وہ کسی سے کہہ نہیں سکتی تھی۔ اس سے غلطی ہوئی تھی۔ اور سزا اب اس کا مقدر تھی۔

وہ ہتھ چھٹ ہونے کے ساتھ شکی بھی تھا اسے اجازت نہیں تھی وہ کمرے سے بلا ضرورت باہر آئے۔ اس کی ماں بہنیں پہلے ہی اسے اچھا نہیں سمجھتی تھیں۔ حماد کا کزن جو اس کی بہن کا منگیتر تھا، اس کا وہاں بہت آنا جانا تھا۔ وہ خوش مزاج لڑکا تھا جو اس کی عزت کرتا تھا وہی زبردستی اسے سب میں بٹھاتا تھا۔

اس دن بھی وہ سب بیٹھے مووی دیکھ رہے تھے۔ حماد گھر میں — نہیں تھا۔ وہ ہی اسے بلانے آیا تھا اس نے انکار کردیا تھا لیکن وہ اصرار کرتا رہا تو مجبوراً اسے باہر آنا پڑا وہ چپ چاپ ایک صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔

سب ہنسی مذاق میں مصروف تھے ان کی باتیں سن کر وہ بھی مسکرا رہی تھی۔ مسکراتے ہوئے اس کی نظر سامنے پڑی تو نہ صرف اس کی مسکراہٹ سکڑی بلکہ اس کی روح فنا ہوگئی تھی۔ اسے ایک منٹ لگا تھا وہ اس کے سر پر کھڑا تھا اور آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک کے بعد دوسرا تھپڑ اس کے منہ پر مارا تھا اس کے ساتھ باقی سب بھی ساکت ہوگئے تھے۔ وہ سلوک جو بند کمرے میں ہوتا تھا وہ اس نے سب کے سامنے کردیا تھا۔ اس کی پہلے بھی عزت نہیں تھی کہ گھر سے بھاگ کر آئی ہے لیکن یہ بھرم تھا حماد کی پسند ہے آج وہ بھی ختم ہوگیا۔

"حماد بھائی! آپ ہوش میں تو ہیں۔ کیا کر رہے ہیں۔" نومی سب سے پہلے سکتے سے باہر آیا تھا۔

"تم میرے معاملے سے دور رہو۔" وہ انگلی اٹھا کر پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔

"میری بیوی ہے ہاتھ اٹھاؤں یا گلا دباؤں..... تمہیں مطلب؟"

"بیوی ہے..... کوئی زرخرید غلام نہیں ہے۔"

"تمہیں بڑا درد ہو رہا ہے۔ کہیں تم بھی اس کی خوب صورتی کے عاشق تو نہیں ہوگئے۔" عنایہ نے تڑپ کر اسے دیکھا جبکہ نومی چیخ اٹھا تھا۔

"بکواس بند کریں حماد بھائی!"

"میرے منہ لگتا ہے۔" حماد اسے چھوڑ کر نومی پر پل پڑا تھا۔ اور اگلے پل دونوں گتھم گتھا ہوگئے تھے۔ حماد کی ماں بہنوں نے بڑی مشکل سے دونوں کو الگ کیا تھا۔ اس نے دبوچنے کے انداز میں عنایہ کا بازو پکڑا اور کھینچتے ہوئے کمرے میں لے آیا۔

"چھوڑو مجھے حماد!" کمرے میں آکر اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔ "حد ہوتی ہے کسی بات کی، میں اب تک خاموش تھی لیکن اب نہیں رہوں گی۔"

"کیا کروگی۔" وہ دونوں ہاتھ کمر پر ٹکاتے ہوئے بغور اسے دیکھنے لگا۔

"میں چلی جاؤں گی یہاں سے۔" اس کی بات پر وہ ایک دم قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔

"تمہاری واپسی کے سارے راستے خود بند کر آیا ہوں۔ اب تم نے مرنا بھی یہیں ہے اور جینا بھی یہیں ہے۔ یہی تمہارا مقدر ہے، جو حماد نے تمہارے لیے لکھا ہے۔"

اس کے تکبر بھرے انداز پر وہ کتنی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔

"کیا دیکھ رہی ہو، کھا جاؤ گی مجھے۔ او..... میں تو ڈر گیا۔" وہ ڈرنے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اسے باہر جاتا دیکھ کر اس نے اس کا بازو تھاما۔

www.pklibrary.com

''چھوڑو مجھے۔''

''چھوڑ دوں تمہیں تاکہ تم نے جو نیا عاشق بنایا ہے اس کے پاس جا کر اپنے حسن کے قصیدے سن سکو اور ایک دن میرے منہ پر کالک مل کر چلی جاؤ۔ جیسے اپنے باپ بھائیوں کے منہ پر مل کر آئی ہو۔''

عنایہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔ بڑے بے ساختہ انداز میں اس کا ہاتھ اٹھا تھا۔ اور یہ حماد کے لیے بالکل ناقابل یقین تھا اور جو اس کے بعد ہوا وہ عنایہ کے لیے ناقابل یقین تھا۔ کمرہ عنایہ کی چیخوں سے گونج رہا تھا۔

☆☆☆

''عنایہ تو گھر پر نہیں۔'' زرینہ آنٹی نے نظریں چراتے ہوئے طاہر صاحب سے کہا تھا۔

''عنایہ گھر پر ہی ہے، آپ سیدھی طرح بتاتی ہیں یا ہم پولیس لے کر آئیں۔''

نوید صاحب کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے بیٹھی عورت اور حماد کا گلا دبا دیں۔

''کہا نا، وہ گھر میں نہیں۔'' حماد ٹانگ پر ٹانگ رکھے بڑی نخوت سے بولا تھا۔

''جھوٹ بول رہے ہیں یہ لوگ۔ بھابھی گھر پر ہی ہیں۔'' نوید کے پیچھے کھڑا نومی غصے سے بولا تو زرینہ اور حماد نے قہر بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

''تمہیں بڑی تکلیف ہو رہی ہے ناکام عاشق! بے فکر رہو، تمہاری محبوبہ ابھی زندہ ہے۔'' حماد کے زہر خند انداز پر طاہر صاحب کی مٹھیاں بھنچ گئی تھیں۔ جبکہ نوید صاحب کی آنکھوں سے جیسے شعلے نکلنے لگے تھے وہ بغیر کسی کا لحاظ کیے آگے بڑھے، نومی ان کے پیچھے تھا اور پیچھے چیختے ہوئے حماد اور زرینہ بیگم تھے۔ نومی کی نشان دہی پر نوید بھائی نے جھٹکے سے دروازہ کھولا تھا اور فرش پر گرے وجود کو دیکھ کر انہوں نے بے ساختہ دروازے کی دہلیز تھامی تھی۔ انہوں نے پلکیں جھپک کر دوبارہ دیکھا۔

وہ زخمی، خستہ حال ان کی لاڈلی بہن تھی۔ جس کی خوب صورتی کا ثانی نہیں تھا۔ وہ اتنے برے حالوں میں زمین پر لاوارثوں کی طرح پڑی تھی۔

''عنایہ..... گڑیا!'' یہ دو نام لیتے ہوئے وہ باقاعدہ رو پڑے تھے۔

انہوں نے تیزی سے اسے بازوؤں سے تھام کر سیدھا کیا اس کا منہ سوجا ہوا تھا اس کی ایک آنکھ سوج کر بند ہو چکی تھی۔ اس کے ہونٹ پھٹے ہوئے تھے بال بری طرح الجھے تھے جیسے بالوں کو بری طرح کھینچا گیا ہو، بازو کمر سے قمیص پھٹی ہوئی تھی اور نیچے سے نظر آتی کھال سے خون رستا صاف نظر آ رہا تھا۔ انہوں نے اسے سینے سے لگا لیا۔

وہ نیم بے ہوش تھی لیکن وہ اس لمس اس آغوش کو پہچانتی تھی۔ اس نے ایک آنکھ کو بڑی مشکل سے کھولا تھا۔ وہ اس کا ماں جایا تھا۔ وہ رونا چاہتی تھی پھوٹ پھوٹ کر لیکن اس سے رویا بھی نہیں جا رہا تھا۔ نوید بھائی نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔

''آپ اسے لے کر نہیں جا سکتے۔'' حماد دروازے کے درمیان میں کھڑا ہو گیا تھا۔

''میرے سامنے سے ہٹ جاؤ ورنہ آج تم میرے ہاتھوں قتل ہو جاؤ گے۔'' ان کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

نومی نے دھکا دے کر حماد کو پیچھے کیا تھا۔ نوید کی گود میں عنایہ کو دیکھ کر طاہر صاحب کا سانس جیسے سینے میں اٹک گیا تھا۔

''دیکھیں ابو! دیکھیں..... اپنی لاڈلی کا حال۔'' نوید بھائی چبا چبا کر بولے۔ ''چلیں یہاں سے۔''

''رک جائیں، میری اجازت کے بغیر آپ میری بیوی کو نہیں لے جا سکتے۔''

''ذلیل آدمی..... تیری ابھی بھی اتنی ہمت ہے۔'' نوید بھائی نے عنایہ کو صوفے پر بٹھایا اور ایک دم مکوں کی برسات اس کے منہ پر کر دی حماد کی بہنیں بھی کمرے سے نکل آئی تھیں۔ وہ سب اب حماد کو نوید سے چھڑا رہے تھے تھوڑی دیر میں نوید نے حماد کی حالات خراب کر دی تھی۔ وہ اب بری طرح ہانپ رہا تھا۔

www.pklibrary.com

''اپنی ذلیل اور آوارہ بہن کو سنبھال کر رکھ، میں لعنت بھیجتا ہوں اس پر اور تم لوگوں پر بھی۔ میں اسے طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں۔ اب دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ بسا کر دکھانا اپنی بہن کو۔ میں اسے کبھی بسنے نہیں دوں گا۔''

وہ اپنے ہونٹوں سے نکلتے خون کو صاف کرتے ہوئے انتقام بھرے انداز میں بولا۔ جبکہ نوید بھائی ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسے اٹھا کر باہر نکلے تھے۔ پیچھے سر جھکائے طاہر صاحب۔ اس رشتے کے ختم ہونے سے کسی کو دکھ نہیں ہوا تھا اور نہ صدمہ کیونکہ اس رشتے کے جڑنے سے کسی کو کوئی خوشی ملی تھی نہ سکون۔

اسے نارمل ہونے میں بڑا وقت لگا تھا اور جب وہ نارمل ہوئی اس نے سعدیہ کو سونیا کے دھوکے کے بارے میں بتا دیا تھا لیکن سعدیہ کو کسی کو بھی سونیا کا نام بتانے سے منع کر دیا تھا۔

وہ سب اب پچھتا رہے تھے کہ انہوں نے اپنی ہی بیٹی کا یقین نہ کیا اور اسے یوں لاوارث چھوڑ دیا۔ اور یہی دکھ اس کے باپ کی جان لے گیا۔

☆☆☆

نکاح ہو گیا تھا لیکن وہ بے یقین تھی اس کی نظریں اب بھی کسی انہونی کے ڈر سے خوف زدہ تھیں۔ سب خوش تھے لیکن وہ بار بار سونیا کی طرف دیکھ رہی تھی۔ لیکن وہ جیسے سب سے زیادہ خوش تھیں اسی بے یقینی اور پریشانی میں سب رسمیں بھی ہو گئی تھیں اور وہ رخصت ہو کر افنان کے گھر بھی آ گئی تھی لیکن وہ ابھی تک بے یقین تھی لیکن بے یقینی اس وقت ختم ہو گئی جب افنان بالکل اس کے سامنے آ کر بیٹھا تھا۔ حقیقت کے روپ میں لیکن اب کیفیت مختلف تھی جسے وہ کوئی نام نہیں دے پا رہی تھی۔ وہ بیٹھ تو گیا تھا لیکن کافی لمحے خاموش بیت گئے تھے۔

عنایہ اس کی نظریں اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی۔ تب ہی اس کا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھوں میں لیا تھا اور عنایہ کی جھکی نظریں بے اختیار اٹھی تھیں اور اس کے یوں دیکھنے پر وہ کھل کر مسکرایا تھا۔ وہ جلدی سے نظریں جھکا گئی تھی۔

''کیا ہوا؟ میں اچھا نہیں لگا؟'' اس کے انداز میں شرارت محسوس کر کے وہ گھبراہٹ کے باوجود مسکرا دی تھی۔ اس کی مسکراہٹ دیکھ کر وہ اس طرح اس کے سامنے لیٹ گیا کہ وہ اب بڑے آرام سے اس کے جھکے چہرے اور نظروں کو دیکھ سکتا تھا۔

''میں تم سے نظریں نہیں ہٹا پا رہا اور تم مجھے دیکھنا نہیں چاہتیں۔'' اس کے کہنے پر عنایہ کے چہرے پر آئی شرمگیں مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔ اس نے گھبرا کر اسے دیکھا۔ جو کروٹ بدلے کہنی کے سہارے لیٹا تھا۔

''ایسی بات نہیں ہے۔'' وہ اسے سنجیدہ دیکھ کر بمشکل بولی۔

''تو کیسی بات ہے۔'' وہ مزید سنجیدگی سے بولا۔

''آپ اچھے لگ رہے ہیں۔'' وہ گھبرا کر جلدی سے بولی تو وہ جو کب سے ضبط کر رہا تھا، قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ عنایہ نے حیرت سے اس کے بدلتے موڈ کو دیکھا۔

''بڑی بزدل ہو یار! اتنی جلدی ہار مان گئیں۔'' وہ پہلے ہی پریشان تھی۔ اسے بہانا چاہیے تھا رونے کا وہ بہانہ اسے مل گیا تھا۔

''ارے!'' اسے روتا دیکھ کر وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ''عنایہ!'' وہ اس کے دونوں ہاتھ تھام کر مزید اس کے قریب ہو کر بیٹھ گیا۔

''آئے ایم سوری یار! میں مذاق کر رہا تھا۔ تم اتنا گھبرا رہی تھیں، میں نے صرف تمہیں ریلیکس کرنے کے لیے ایسا کیا تھا۔''

''عنایہ!'' اسے مسلسل گھٹ گھٹ کر روتے دیکھ کر افنان نے اس کی تھوڑی کے نیچے انگلی رکھ کر اس کا چہرہ اونچا کیا۔

''یہ دیکھو۔'' اس کے کہنے پر عنایہ نے آنسو بھری نظروں سے اسے دیکھا جس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کان پکڑے ہوئے تھے اور اتنا معصوم چہرہ

www.pklibrary.com

بنایا ہوا تھا کہ وہ روتی آنکھوں کے ساتھ مسکرادی تھی اور یہ منظر دیکھ کر افنان ایک لمحے کے لیے مبہوت ہو کر رہ گیا تھا اور اس کے یوں دیکھنے پر وہ ایک بار پھر نظریں جھکا گئی تھی۔

"اب تم اتنا شرما رہی ہو، ابھی تو میں نے اپنے دل کا حال بھی نہیں سنایا۔ وہ شروع کروں گا تو تم شرم کے مارے _____ تکیے میں چھپ جاؤ گی۔"

اس نے بے ساختہ سر نفی میں ہلایا۔ تو وہ مسکرادیا۔ اس کا انداز اتنا دوستانہ تھا کہ وہ ساری گھبراہٹ بھول گئی تھی۔

☆☆☆

"ماما! پھوپھو کتنی خوب صورت لگ رہی ہیں، بالکل شہزادی کی طرح۔"

سبین کے پراشتیاق انداز پر سعدیہ کھل کر مسکرائی تھیں۔

"وہ ہمیشہ سے خوب صورت تھی، بس نظر لگ گئی تھی لیکن اب میری شہزادی کو اس کا شہزادہ مل گیا ہے اب اسے کوئی دکھ نہیں ملے گا۔" وہ ان دونوں کی نظر اتارتے ہوئے بولیں۔ تب ہی سونیا ان کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"بھابھی کب سے آپ کو ڈھونڈ رہی ہوں۔"

"کیوں خیریت تھی؟"

"جی خیریت ہی ہے۔" کہہ کر وہ اسٹیج کی طرف دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی دوبارہ آواز سنائی دی۔

"نوید بھائی نے اچھا کیا کہ افنان کی فیملی کو عنایہ کی طلاق کے بارے میں نہیں بتایا ورنہ ہمیں یہ خوشی نصیب نہ ہوتی۔"

سونیا کے کہنے پر سبین اور سعدیہ نے بے ساختہ اردگرد دیکھا۔ سبین تو وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ سعدیہ نے ناراضی سے سونیا کو دیکھا جس کا سارا دھیان سامنے اسٹیج پر تھا۔

"ویسے بھابھی! نوید بھائی نے یہ زیادتی کی ہے کسی کو بھی نہیں بلایا۔ اتنی خوشی کا موقع تھا۔ پرانی رنجشیں بھلا کر نئی شروعات کرنی چاہیے تھی۔ زرینہ تائی کتنا گلہ کر رہی تھیں کہ کم از کم انہیں تو بلا لیتے۔"

سعدیہ نے اب غصے سے سونیا کو دیکھا۔

"ان کا گلہ بنتا تھا سونیا! تم خود بتاؤ۔ جو وہ کر چکے ہیں بہت ہے، تمہاری رشتہ داری ہے تم نبھاؤ۔ ہمارے وہ دشمن ہیں، ہاں ایک بات اور....." وہ کچھ یاد آنے پر سونیا کی طرف مڑیں۔

"اپنے بھائی سے کہو۔ اپنی حد میں رہے اور جو اسے وقتاً فوقتاً پاگل پن کے دورے پڑتے ہیں، اس کا علاج کروائے۔"

"بھابھی!" سونیا نے برا مانتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں اور سونیا! تم بھی یہ بات گرہ میں باندھ لو۔ اب اگر تم نے عنایہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو نقصان تمہیں ہوگا کیونکہ وہ عنایہ تھی جو چپ کر گئی، اب کی بار میں سب جانتی ہوں اور میں سب نبیل کو بتادوں گی اور پھر جو ہوگا۔ اس کی ذمہ دار تم خود ہوگی۔" ان کی دھمکی کے جواب میں سونیا نے گہری نظروں سے انہیں دیکھا۔

☆☆☆

ان کی پیار بھری نظریں عنایہ پر جمی تھیں۔ جو بات بات پر کھلکھلا رہی تھی۔ دوسری نظر انہوں نے نوید کے ساتھ بیٹھے افنان پر ڈالی جس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی جبکہ چہرے پر کچھ پالینے کی چمک تھی۔ وہ مسکرا کر واپس مڑ گئیں۔ وہ چائے کے لوازمات ٹرالی میں سیٹ کر رہی تھیں جب عنایہ اندر آئی۔

"بھابھی! میں کچھ ہیلپ کروادوں۔" وہ مسکرا کر اس کی طرف مڑیں۔

"نہیں میری جان! تم مہمان ہو۔" انہوں نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے جن پر مہندی کا رنگ اب بھی نمایاں تھا۔

"آپ مجھے پرایا کر رہی ہیں۔" وہ مسکرا کر بولی تو انہوں نے اسے گلے لگالیا۔

www.pklibrary.com

''بیٹیاں تو ہوتی ہی پرائی ہیں۔'' ان کا لہجہ رندھ گیا تو عنایہ نے الگ ہو کر ان کا چہرہ دیکھا۔

''آپ رو رہی ہیں بھابھی۔''

''ارے پاگل، یہ خوشی کے آنسو ہیں۔'' انہوں نے آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''اب ایک بات سچ سچ بتانا۔''

''جی!'' ان کے انداز پر وہ چوکنی ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔

''تم خوش ہو؟'' ان کے سوال پر وہ بے ساختہ مسکرائی۔

''میں خوش نہیں بھابھی! بہت خوش ہوں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کوئی مجھ سے اتنی بھی محبت کر سکتا ہے۔ اتنی چاہت کبھی تو میں نازاں ہو جاتی ہوں پھر ایک دم ڈر جاتی ہوں کہیں پھر کچھ ایسا نہ ہو جائے کہ افنان کی محبت نفرت میں بدل جائے۔'' اس کا دمکتا چہرہ ایک پل کے لیے تاریک ہوا تھا۔

''اللہ نہ کرے ایسا ہو۔'' وہ جلدی سے بولیں۔

''میں نے افنان کی آنکھوں میں تمہارے لیے محبت دیکھی ہے وہ بھی حماد کی طرح نہیں کرے گا خیر یہ بتاؤ باقی سب کیسے ہیں۔''

''سب بہت اچھے ہیں۔ انکل، ذیشان بھائی، حفصہ بھابھی، آنٹی سب..... بس آنٹی بات کم کرتی ہیں لیکن انکل کہتے ہیں۔ وہ خود ٹھیک ہو جائیں گی۔''

''ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مجھے یقین ہے، اب شادی کے بعد پہلی بار آئی ہو، ایک دن تو رک جاؤ۔ رات کو بیٹھ کر ڈھیر ساری باتیں کریں گے۔''

''میرا خود بھی دل کر رہا ہے، میں آپ کے ساتھ رہوں لیکن افنان.....'' وہ ایک لمحے کو رکی تو سعدیہ نے مسکرا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

''افنان کیا؟'' ان کی شرارت بھری آواز پر وہ جھینپ کر سر جھکا گئی۔

''کچھ نہیں، میں ان سے پوچھ لیتی ہوں۔'' وہ دونوں ٹرالی لے کر ڈرائنگ روم میں آ گئی تھیں۔

چائے پی کر افنان کھڑا ہو گیا تھا۔

''افنان! اگر تم اجازت دو تو عنایہ آج رات یہیں رک جائے۔'' سعدیہ بھابھی کے کہنے پر افنان نے عنایہ کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''ضرور بھابھی! مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ لیکن پرسوں ہم دونوں سنگاپور جا رہے ہیں تو ابھی پیکنگ کا سارا کام پڑا ہے۔ اگر عنایہ مینج کر سکتی ہے تو رک جائے۔'' عنایہ نے حیرت سے افنان کو دیکھا کیونکہ کل تک تو ایسا کوئی پروگرام نہیں تھا۔

''ہنی مون کی تیاری ہے؟'' سعدیہ نے مسکرا کر افنان کو دیکھا۔

''جی بھابھی! سوچا عنایہ کو گھما پھرا لاؤں۔''

''پھر عنایہ رک جاؤ بیٹا!'' نوید نے عنایہ سے کہا تو اس نے پھر افنان کی طرف دیکھا اس نے بڑے بے ساختہ انداز میں سر نفی میں ہلایا تھا۔

''اچھا پھر میں چلتا ہوں۔'' اسے پھنسا کر وہ خود مزے سے مڑ گیا تھا۔

''بھائی! میں پھر آ جاؤں گی۔ پیکنگ بھی کرنی ہے اور میں نے آنٹی سے بھی نہیں پوچھا۔ یہ نہ ہو وہ مائنڈ کر جائیں۔'' وہ جلدی جلدی سے بولتے ہوئے دروازے کو بھی دیکھ رہی تھی۔

''ٹھیک ہے بیٹا! پھر آ جانا، کسی کو ناراض کرنے کی ضرورت نہیں۔''

نوید نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پیار کیا تو وہ سبین اور سعدیہ سے گلے مل کر تیزی سے باہر آ گئی۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کیے یقیناً اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے خفگی سے اسے دیکھا جو شوخ مسکراہٹ لیے اس کی جھنجلاہٹ دیکھ رہا تھا۔

''اتنے غصے سے کیوں دیکھ رہی ہو؟''

''آپ نے جھوٹ کیوں بولا، ہم سنگاپور جا رہے ہیں۔''

''ہیں!'' افنان نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

''جھوٹ کیوں بولوں گا، ہم واقعی پرسوں سنگاپور جا رہے ہیں۔ تمہیں سرپرائز دینا تھا لیکن مجھے ایسے

www.pklibrary.com

بتانا پڑا۔'' وہ اب سامنے دیکھ رہا تھا۔

''اتنے دن بعد میں بھابھی سے ملی تھی اگر ایک رات رک جاتی تو پرابلم کیا تھی؟''

''مجھے پرابلم تھی۔ میں نے نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر، ایک دن بھی نہیں، ایک رات بھی نہیں۔''

وہ اپنی بات پر زور دے کر بولا تو عنایہ نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا جو سامنے دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن وہ اب خود بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ اس لیے خود بھی مسکرا کر سامنے دیکھنے لگی۔

☆☆☆

ذیشان بھائی کو اللہ حافظ کہہ کر جب وہ واپس آیا تو عنایہ اپنے ہینڈ بیگ کی زپ کو بار بار بند کرتی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ وہ ٹھنکارتا ہوا اس کے قریب بیٹھ گیا۔ عنایہ نے چونک کر اسے دیکھا اور مسکرا دی۔

''کیا سوچا جا رہا ہے محترمہ؟'' وہ اس کے چہرے کو دیکھنے لگا تو اس نے مسکرا کر سر نفی میں ہلایا۔

''میں یہ نہیں کہتا، میں سب کے چہرے پڑھ سکتا ہوں لیکن تمہارے چہرے سے تمہارا حال سمجھ لیتا ہوں۔''

''ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں آنٹی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ شاید ہمارا سنگاپور جانا انہیں اچھا نہیں لگا۔'' وہ اب بیگ کا اسٹریپ مروڑ رہی تھی۔

''تمہیں ایسا کیوں لگا؟''

''آنے سے پہلے میں ان سے ملنے گئی تو وہ مجھ سے بولیں بھی نہیں اور جب آپ گئے تو کتنا ڈانٹا آپ کو۔'' اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

''تمہیں کیا بات بری لگی ہے کہ وہ تم سے نہیں بولیں یا انہوں نے مجھے ڈانٹا۔''

''میری وجہ سے آپ کو ڈانٹ پڑی، مجھے یہ اچھا نہیں لگا۔'' افنان نے اس کی شکل دیکھی جو پلکیں جھپک جھپک کر آنسو روکتی ہوئی اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ وہ اتنے ہجوم میں ضبط کر کے رہ گیا۔

''ماما کی عادت ہی ایسی ہے، تم بھی عادی ہو جاؤ گی اور اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر دل برا نہیں کرتے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم اپنے شوہر کے ساتھ۔ اس کی مرضی سے جا رہی ہو، یہ بات تمہارے لیے کافی ہونی چاہیے۔ ٹھیک ہے۔'' وہ اس کا سر تھپک کر بولا۔

''ماما کی ڈانٹ کی وجہ سے نہ تم نے کچھ کھایا نہ میں نے۔ اب مجھے بھوک لگی ہے۔ تم یہیں بیٹھو، میں کچھ کھانے کو لے کر آیا ہوں۔''

وہ ایسا ہی تھا چٹکیوں میں اس کے مسئلے حل کر دیتا تھا۔ وہ مسکرا کر اس طرف دیکھنے لگی جہاں وہ گیا تھا۔

''شادی مبارک ہو۔'' اپنے قریب آواز سن کر نہ صرف اس کی مسکراہٹ سکڑی تھی بلکہ دل بھی تیزی سے پھیل کر سکڑا تھا۔ اس نے دھیرے سے سر گھمایا۔ وہی تھا اپنی مخصوص دل جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ وہ ایک دم کھڑی ہوئی تھی۔

''سنا ہے ہنی مون پر جا رہی ہو۔'' وہ کچھ کہے بغیر بیگ پکڑ کر مڑی تھی۔ وہ ایک دم اس کے سامنے آیا تھا۔ اتنے لوگوں کے سامنے اس کی اتنی ہمت پر وہ صرف ایک لمحے کے لیے حیران ہوئی تھی۔ اس نے غصے سے اسے دیکھا۔

''میرے سامنے سے ہٹو ورنہ ابھی لوگوں کو اکٹھا کر لوں گی۔''

''مجھے فرق نہیں پڑے گا۔ فرق تمہیں پڑے گا۔ فی الحال میں تمہارے شوہر سے ملنے آیا ہوں، کہاں ہے وہ؟'' اس کے پوچھنے پر وہ سراسیمہ ہو کر اسے دیکھنے لگی لیکن لہجہ سخت رکھا۔

''تمہیں مطلب؟''

''مجھے ہی تو مطلب ہے۔ تم نے شادی کر لی تو تم کیا سمجھتی ہو بچ جاؤ گی۔ نہیں، میری مرضی تھی تو یہ شادی ہوئی لیکن اب بس مجھے بالکل برداشت نہیں ہو رہا کہ تم اس کے ساتھ رہو۔ تم بس اب اس سے طلاق لے لو۔''

www.pklibrary.com

"دماغ خراب ہے تمہارا۔" وہ پھٹ پڑی۔

"ہاں ہوگیا ہے خراب۔" وہ آہستہ آہستہ اپنا ضبط کھو رہا تھا۔ عنایہ دو قدم مزید پیچھے ہٹی۔

"تم سے اسی گھٹیا سوچ کی امید کرسکتی تھی میں۔ مجھ سے اور میرے شوہر سے دور رہو۔"

"شوہر۔" وہ ہنسا تھا۔ "وہ شوہر جس کو تمہاری اصلیت کا نہیں پتا۔ ابھی جب اسے تمہاری اصلیت پتا چلے گی تو یہیں تین لفظ کہہ کر فارغ کردے گا۔"

"تم نے سب کو اپنی طرح کم ظرف سمجھ رکھا ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے میرے شوہر کو سب پتا ہے اور یہ سب جاننے کے باوجود نہ صرف وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں بلکہ میری عزت بھی کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر اعتبار۔"

اس کے چہرے پر اتنا اعتماد تھا کہ کچھ لمحوں کے لیے وہ کچھ بول ہی نہیں سکا اور اتنی دیر میں وہ اپنا بیگ تھام کر مڑ گئی تھی لیکن اگلے قدم پر اسے رکنا پڑا۔ افنان اسی طرف آرہا تھا۔

"ہینڈسم ہے تمہارا شوہر۔" وہ اس کے بالکل پیچھے آہستہ سے بولا۔ عنایہ کا رنگ اڑ گیا تھا۔ افنان نے کچھ حیرت سے عنایہ کا اڑا رنگ دیکھا اور پھر سوالیہ نظروں سے حماد کو دیکھا جو اس کی طرف مسکراہٹ اچھال کر دوسری طرف مڑ گیا تھا۔

"یہ کون تھا؟" افنان نے کپ پکڑاتے ہوئے پوچھا۔

"پتا نہیں۔" وہ سرسری انداز میں بولی۔ تب ہی اناؤنسمنٹ شروع ہوگئی تھی۔

افنان نے بیگ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ وہ اب اسے بازو کے گھیرے میں لیے آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ جان گئی تھی کہ حماد کو کس نے بتایا کہ وہ یہاں ہے، لیکن جس طرح اس کے جواب پر حماد چپ ہوا تھا۔ اسے یقین تھا اب وہ دوبارہ اس کے سامنے نہیں آئے گا۔ گہرا سانس لے کر اس نے ساتھ بیٹھے افنان کو دیکھا جو سیٹ بیلٹ باندھ رہا تھا۔ اس نے سر اس کے کندھے سے ٹکا کر خود کو ہر فکر سے آزاد کردیا تھا۔

☆☆☆

سنگار پور میں گزرے بیس دن اس کی زندگی کے سب خوب صورت دن تھے۔ اس نے زندگی کا ہر لمحہ جیسے انجوائے کیا تھا۔ ہر اس لمحے میں وہ اللہ کا شکر ادا کرتی تھی جس نے افنان جیسا شخص اس کے نصیب میں لکھا تھا۔

☆☆☆

وہ اپنے کپڑے وارڈروب میں ہینگ کررہی تھی جب افنان اندر داخل ہوا اور اسے مصروف دیکھ کر دبے پاؤں چلتا ہوا اس کے پیچھے کھڑا ہوگیا اور اگلے ہی پل اسے بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا۔ اس کا خیال تھا وہ ڈر جائے گی لیکن وہ مسکرا رہی تھی۔

"تم ڈری نہیں۔" وہ اب اس کے کندھے پر تھوڑی ٹکائے پوچھ رہا تھا۔

"مجھے آپ کے پرفیوم کی خوشبو آگئی تھی اور دوسرا ایسی حرکت آپ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔"

اس کے کہنے پر وہ ہنستا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا تو وہ بھی الماری بند کرکے بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔

"آپ آج پھر جلدی آگئے، ماما سے ڈانٹ پڑے گی۔" اس نے اسے ڈرانا چاہا تھا۔

"کھالوں گا ڈانٹ بھی، اس میں کیا ہے۔" وہ کوٹ اتار کر جوتوں سمیت بیڈ پر لیٹ گیا تھا۔ عنایہ اسے ہی دیکھ رہی تھی جو آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ اچانک اس نے آنکھیں کھول دیں۔ عنایہ نے فوراً نظریں ہٹائی تھیں اس نے اس کی اس حرکت کو انجوائے کیا تھا۔

"اچھا لگ رہا تھا نا۔" وہ شرارت سے اسے دیکھنے لگا جو مسکراہٹ ضبط کررہی تھی۔ تب ہی اس کا فون بجا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"جی نبیل بھائی! جی ضرور، کیوں نہیں۔ آپ مجھے شرمندہ کررہے ہیں، جی میں سب کو کہہ دیتا ہوں۔ اوکے، اللہ حافظ۔"

وہ سمجھ گئی تھی نبیل بھائی کا فون کیوں آیا تھا۔

www.pklibrary.com

"نبیل بھائی کا فون تھا۔ رات کو ڈنر پر انوائٹ کررہے ہیں۔"

"آپ نے منع کردینا تھا، ابھی تین دن ہوئے ہیں ہمیں آئے۔ میرا دل نہیں چاہ رہا کہیں بھی جانے کو۔" وہ بیزاری سے بولی۔

"آئی نو یار! پر سنگار پور جانے سے پہلے بھی انہوں نے انوائٹ کیا تھا۔ اب بھی دو دن سے کہہ رہے ہیں۔ اچھا نہیں لگتا بار بار منع کرنا اور میں ماما اور ڈیڈی کو بھی کہہ چکا ہوں۔ اب موڈ ٹھیک کرو۔ اور اچھے سے تیار ہوجاؤ، تب تک میں بھی فریش ہوجاتا ہوں۔"

وہ کہہ کر واش روم میں چلا گیا۔ جبکہ وہ کتنی دیر ویسے ہی بیٹھی رہی۔

☆☆☆

اس کی توقع کے برعکس سونیا بھابھی اور نبیل بھائی نے کافی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا لیکن زرینہ آنٹی اور ان کی بیٹی کو دیکھ کر اس کا حلق تک کڑوا ہوگیا تھا۔ اس نے ناراضی سے اپنے بھائی دیکھا جس نے بہن کی تکلیف بھلا کر بیوی کی خوشنودی کے لیے سسرالیوں سے تعلقات بحال کرلیے تھے۔ وہ جتنا وقت وہاں رہی انہونی کے ڈر سے ہولتی رہی لیکن کوئی بات ایسی نہیں ہوئی۔

نبیل بھائی کے بلانے پر وہ باہر گئی تھی جبکہ سب اندر تھے۔ زرینہ نے ایک نظر نبیل اور عنایہ کو باہر جاتے دیکھا تھا اور دوسری نظر سونیا پر ڈالی جس نے اشارہ کرکے انہیں بات شروع کرنے کا اشارہ کیا تھا۔

"ویسے بڑا حوصلہ ہے آپ لوگوں کا، اپنا اتنا خوب صورت، لائق فائق لڑکا ایک طلاق یافتہ سے بیاہ دیا۔"

ان کے دکھ بھرے انداز پر چائے پیتی نائلہ کو اچھو لگا تھا جبکہ چائے کی طرف بڑھتا افنان کا ہاتھ وہیں ساکت ہوگیا تھا۔ ایسی ہی حالت ذیشان اور حفصہ کی تھی جبکہ سب سے بری حالت راحت صاحب کی تھی۔

"معاف کیجیے گا ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" نائلہ نے جیسے ان کی بات کی تردید کی تھی۔

"غلطی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میرے بیٹے سے ہوئی تھی عنایہ کی شادی، بس جی غرور پڑا تھا اسے اپنے حسن کا اور پھر کردار کی بھی خراب تھی۔ میرے بیٹے نے طلاق دے دی اسے۔"

وہ ایسے سینہ پھلا کر بولیں جیسے ان کے بیٹے نے طلاق دے کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہو۔ سونیا نے بغور سب کے چہرے دیکھے ان کا تیر نشانے پر لگا تھا۔ وہ کچھ نہیں جانتے تھے یعنی عنایہ نے حماد سے جھوٹ بولا تھا اب مزہ آئے گا۔ سونیا دل میں مسکرائی۔

"تائی جی پلیز، خاموش ہوجائیں۔" سونیا نے گھبرانے کی ایکٹنگ کی تھی۔

"پلیز آنٹی! نبیل کے سامنے کچھ ظاہر مت کیجیے گا کہ تائی جی نے آپ کو کچھ بتایا ہے۔ دراصل ان کو نہیں پتا تھا کہ آپ کو نوید بھائی نے اس بات سے بے خبر رکھا ہے۔"

وہ سب تو اتنے شاکڈ تھے کہ کچھ کہہ ہی نہیں سکے۔ سب سے پہلے راحت صاحب کھڑے ہوئے تھے۔ اس وقت یہاں سے جانا ہی بہتر تھا۔

"اچھا، اب اجازت دیں۔" راحت صاحب نبیل کے پاس رکے تھے لیکن افنان تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔ عنایہ نے حیرت سے افنان کو جاتے دیکھا۔

"اس کا فون آیا ہے؟" انہوں نے نبیل کو وضاحت دی تھی۔

وہ باہر آیا تو اس کے ماتھے پر بل تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا سچ ہے۔ ہیلو کی آواز پر وہ مڑا تو سامنے کھڑے شخص کو اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"میں حماد ہوں، آپ مجھے نہیں جانتے لیکن میں آپ کو جانتا ہوں۔"

افنان بمشکل وہاں کھڑا تھا، اس کا اس وقت کسی

www.pklibrary.com

سے بات کرنے کا موڈ نہیں تھا۔ وہ بے توجہی سے اسے دیکھنے لگا۔

''میں عنایہ کا ایکس ہزبینڈ ہوں۔'' افنان نے چونک کر اسے دیکھا وہ اسے پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔

''یقیناً عنایہ نے آپ کو میرے بارے میں نہیں بتایا ہوگا حالانکہ میں نے اس سے کہا بھی تھا، آپ کو بتادے میرے بارے میں۔ آخر ایک دن پتا تو چلنا ہے۔ خیر میں سیدھے کام کی بات پر آتا ہوں۔ میں اور عنایہ ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔ وہ اتنا مجھے چاہتی تھی کہ اپنے باپ کے خلاف جا کر مجھ سے شادی کی تھی۔ لیکن کچھ غلط فہمی ہوگئی تھی، میں نے اسے کھودیا لیکن اب ہم ایک ہونا چاہتے ہیں۔ اسی لیے اس نے آپ سے شادی کی۔ وہ یہ بات آپ کو بتانے میں جھجک رہی ہوگی۔ اسی لیے میں نے سوچا میں مل کر بتادوں کہ آپ ہمارے درمیان رکاوٹ ہیں۔ اس لیے بہتر ہوگا، آپ اسے طلاق دے دیں کیونکہ وہ آپ کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔''

وہ اس کے سامنے بول رہا تھا اور اس کا منہ توڑنے کی خواہش رکھنے کے باوجود افنان خاموش کھڑا تھا کیونکہ وہ سچ اور جھوٹ کے درمیان جھول رہا تھا۔ راحت صاحب کی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا جہاں راحت صاحب کے ساتھ عنایہ آرہی تھی۔ وہ مڑ کر ان کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کے قریب رکا تھا۔

''تمہارا اپنے شوہر پر جو غرور ہے، وہ بہت جلد چکنا چور ہونے والا ہے اور آخر میں تم خود میرے قدموں میں گروگی۔''

وہ سن اسے رہی تھی لیکن اس کی نظریں افنان کے دھواں دھواں ہوتے چہرے پر تھیں۔ وہ تیزی سے کار کا دروازہ کھول کر بیٹھا تھا۔ عنایہ بھاگنے کے انداز میں کار کی طرف بڑھی تھی۔ وہ بمشکل بیٹھی تھی۔ کار کا دروازہ بھی بند نہیں ہوا تھا کہ اس نے کار اسٹارٹ کردی۔ وہ بہت رش ڈرائیو کررہا تھا، اس نے ڈرتے ڈرتے افنان کی طرف دیکھا جس کے تاثرات اتنے پتھریلے تھے کہ وہ اس مخاطب ہونے کی ہمت ہی نہیں کرسکی۔

وہ جس بات سے ڈر رہی تھی، وہی ہوگئی تھی۔ اسے ایک پلان کے تحت سونیا بھابھی نے اپنے گھر بلایا تھا۔ ایک پلان کے تحت حماد افنان سے ملا تھا اور اس سے وہ اچھی بات کی توامید کرنہیں سکتی تھی۔ اس کی زندگی ایک بار پھر پلٹا کھا گئی وہ بے جان ہوکر سیٹ پر بیٹھی تھی۔

☆☆☆

گھر پہنچتے ہی ایک عدالت سج گئی تھی۔ وہ مجرم کی طرح سر جھکائے کھڑی تھی۔ اسے پتا چل گیا تھا اس کی حقیقت کسی کو پتا نہیں تھی تب ہی تو اسے اتنی محبت مل رہی تھی اور حقیقت جاننے کے بعد وہ ہمت نہیں کررپارہی تھی کہ کسی کی طرف دیکھ سکے۔

''اتنا بڑا دھوکا کوئی دیتا ہے، جس طرح تم لوگوں نے ہمیں دیا۔ ہم اتنی چاہت سے رشتہ لے کر گئے تھے لیکن بدلے میں ہمیں کیا ملا ایک طلاق یافتہ لڑکی!'' نائلہ کے زہر خند انداز پر سر جھکائے افنان نے بے ساختہ پہلو بدلا تھا۔

''بولو لڑکی! تمہیں شرم نہیں آئی، یہ رشتہ جوڑتے ہوئے۔'' وہ مسلسل سر جھکائے ہوئے تھی جبکہ آنسو قطرہ قطرہ کرکے اس کے قدموں میں گررہے تھے۔

افنان کی نظریں پہلی بار اس کی طرف اٹھی تھیں اور پھر وہ جھٹکے سے باہر نکل گیا تھا۔ عنایہ کے آنسوؤں میں روانی آگئی تھی جبکہ اس کے اٹھنے پر راحت صاحب جو اس کے بولنے کے منتظر تھے چونک کر سیدھے ہوئے۔

''بس کرو نائلہ! جو ہونا تھا ہوگیا۔''

''کیوں ہوگیا، مذاق سمجھ رکھا ہے آپ نے، دھوکا دیا ہے ان لوگوں نے۔ سچ چھپا کر غلط بیانی کی ہے۔''

''کوئی غلط بیانی نہیں ہوئی۔ عنایہ نے مجھے پہلے ہی سب بتادیا تھا۔'' وہ ایک دم چیخ کر بولے تو وہ تینوں حیران ہوکر انہیں دیکھنے لگے۔

www.pklibrary.com

"تو پھر آپ نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا۔ کیوں اپنے بیٹے کے ساتھ ایسا ظلم کیا ہے۔" نائلہ کا بس نہیں چل رہا تھا کیا کر دیں۔

"میرے بیٹے کی زندگی برباد کر دی آپ کی ہمدردی نے۔ میرا بچہ.....!" وہ اب باقاعدہ اونچی آواز میں رونے لگیں۔

"حفصہ بیٹا! عنایہ کو اس کے کمرے میں لے جاؤ۔"

"نہیں بالکل نہیں۔ یہ لڑکی اب اس گھر میں نہیں رہ سکتی۔ اسے بھیج دیں اس کے بھائی کے گھر۔"

نائلہ کے کہنے پر عنایہ نے گھبرا کر انہیں دیکھا۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔" راحت صاحب نے غصے سے انہیں دیکھا۔ "وہ کیوں جائے گی اس گھر سے، بہو ہے وہ ہماری۔"

"تھی.....اب نہیں رہے گی، جس کی وجہ سے یہ آئی تھی وہی اسے اب نہیں رکھنا چاہتا اور اس کا ثبوت اس کی خاموشی ہے۔"

ان کے کہنے پر عنایہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ حفصہ بے ساختہ اس کے پاس آئی۔

"چلو عنایہ!" وہ اس کا بازو تھام کر اس کے کمرے میں لے آئی تھی۔ نائلہ کے اونچا بولنے کی آواز اندر تک آ رہی تھی۔

"عنایہ پلیز، حوصلہ کرو۔" اسے بری طرح روتے دیکھ کر حفصہ کو اس پر بڑا ترس آیا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ کتنی خوش تھی۔

"حفصہ!" وہ جو اس کا ہاتھ سہلا کر اسے تسلی دے رہی تھی۔ نائلہ کی آواز پر گھبرا کر کھڑی ہوئی باہر نکل گئی۔

اس کی ساری خوشی سکون ہوا ہو گیا تھا۔ "افنان کی محبت یہی تھی، صرف یہ جان کر وہ طلاق یافتہ ہے ختم ہو گئی محبت۔ اب وہ مجھے چھوڑ دے گا..... چھوڑ دے گا۔" وہ آنسوؤں کے ساتھ زیر لب دہرائے گئی۔

☆☆☆

وہ ایک دفعہ تو اس سے بات کرنا چاہتی تھی ایک خوش فہمی ابھی بھی تھی۔ وہ ساری رات اس کا انتظار کرتی رہی۔ لیکن وہ گھر نہیں آیا۔

صبح سے دوپہر ہو گئی تھی۔ وہ اسی طرح بھوکی پیاسی کمرے میں بیٹھی تھی۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ کسی کا سامنا کرتی۔ وہ بار بار افنان کا نمبر ملا رہی تھی لیکن وہ ریسیو نہیں کر رہا تھا۔

شام کا وقت تھا۔ وہ بالکل نڈھال بیٹھی تھی، جب وہ کمرے میں داخل ہوا تھا اور اس کی طرف دیکھے بغیر واش روم میں گھس گیا تھا وہ ان ہی کپڑوں میں تھا جس میں وہ اس دن تھا۔ کافی دیر بعد وہ باہر آیا تو کپڑے بدل چکا تھا اس نے اب بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

تکیہ اٹھا کر وہ صوفے کی طرف چلا گیا تھا۔ وہ اتنا رو چکی تھی کہ سوجی آنکھوں میں مزید رونے کی سکت نہیں رہی تھی۔

وہ اٹھی تو اس کی کراہ نکل گئی۔ وہ گھٹنوں ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔

"افنان!" اس کے قریب جا کر جب پکارا تو لہجہ خود بخود رندھ گیا تھا لیکن وہ اسی طرح کروٹ بدلے لیٹا رہا۔

"افنان!" اس نے پھر پکارا۔ "کیا آپ میری کوئی بات نہیں سنیں گے۔"

"میں سونا چاہتا ہوں۔"

"افنان!" وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"اگر اب تم نے مجھے بلایا تو میں باہر چلا جاؤں گا۔"

وہ غصے سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تو وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی اور جا کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ افنان نے اٹھ کر لائٹ بند کر دی جبکہ وہ اندھیرے میں اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

پتا نہیں کب اس کی آنکھ لگی لیکن جب اس کی آنکھ کھلی، وہ جا چکا تھا۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی، وہ باہر جا کر نائلہ آنٹی کی باتیں سنتی، بھوک کے مارے

www.pklibrary.com

اس کا برا حال تھا۔ تب ہی راحت صاحب ٹرے لے کر اندر آئے۔ وہ احتراماً کھڑی ہونے لگی تھی، جب انہوں نے روک دیا۔ ٹرے سامنے رکھ کر انہوں نے اس کا چہرہ دیکھا تو گہرا سانس لے کر رہ گئے۔

"کھانا کھاؤ بیٹا! کھانے سے کیسی ناراضی۔" انہوں نے سلائس اس کی طرف بڑھایا جو اس نے چپ چاپ تھام لیا۔

"بیٹا اس سے پہلے کہ تم مجھ سے کوئی شکایت کرو، میں خود تم سے معافی مانگ لیتا ہوں۔ تمہارا مجرم میں ہوں۔ مجھ سے غلطی ہوئی میں نے افنان کے کہنے پر اعتبار کر لیا۔ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔"

اور سلائس کا ٹکڑا اس کے حلق میں اٹک گیا تھا۔

"وہ محبت کرتا ہے تم سے، یہ مجھے پتا ہے۔ اس کی طرف سے تم دل برا نہ کرو۔ یہ جو بھی ہے اس بات کا ردعمل ہے، وہ شاکڈ ہے اس وقت۔ میں بات کروں گا اس سے، تم پریشان نہ ہو۔"

"وہ مجھے چھوڑ دیں گے۔" وہ کانپتی آواز میں بولی۔

"اللہ نہ کرے بیٹا! ایسا ہو۔ میں نہیں جانتا اس وقت اس کے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔ بس اتنا پتا ہے کہ اگر وہ تم سے محبت کرتا ہے تو یہ بات معنی نہیں رکھتی اور اگر محبت نہیں تو....." انہوں نے بات مکمل نہیں کی تھی لیکن عنایہ سمجھ گئی تھی۔

"میرا ایک مشورہ ہے بیٹا! جب تک حالات بہتر نہیں ہوتے، تم اپنے گھر چلی جاؤ۔ یہاں رہو گی تو نائلہ زہر اگلتی رہے گی اور فضول بول بول کر افنان کا دماغ بھی خراب کرتی رہے گی۔"

"لیکن انکل! افنان....." وہ پریشان ہو کر بولی۔

"بیٹا! یہ وقت آر پار سوچنے کا ہے۔ تم اس کی نظر سے دور ہو گی تو پتا چلے گا کہ وہ تمہارے بغیر رہ سکتا ہے یا نہیں اور یہی اس محبت کی آزمائش کا ٹائم ہے جس کا اس نے دعویٰ کیا تھا۔"

وہ بے بسی سے انہیں دیکھنے لگی جو پتا نہیں کیا سوچ کر بیٹھے تھے۔

☆☆☆

اس نے دروازہ کھولا تو سارا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے سوئچ بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھا کر ساری لائٹس آن کر دیں۔ نظریں بے ساختہ بیڈ کی طرف گئیں۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ بے شکن بیڈ شیٹ اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ اس نے سر جھٹکا اور صوفے پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔ گھڑی اتار کر سائیڈ پر رکھی پھر ایک نظر واش روم کے دروازے پر ڈال کر اس نے موبائل نکال لیا۔

دس منٹ سے زیادہ ہو گئے تھے، وہ بے چینی سے بالوں میں ہاتھ چلانے لگا پھر اٹھ کر واش روم کے دروازے کے پاس آیا۔ "باہر آؤ مجھے جانا ہے۔" اس کے دو دفعہ کھٹکھٹانے پر جب کوئی جواب نہیں آیا تو اس نے ہینڈل گھمایا وہ لاک نہیں تھا۔ وہ تیزی سے اندر داخل ہوا اندر کوئی نہیں تھا۔ وہ تیزی سے باہر آیا۔ اس نے الماری کھولی اس کے سب کپڑے موجود تھے اس کی بے چین نظریں پورے کمرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس کی جائے نماز بھی وہیں پڑی تھی۔ اس کے سلیپر ڈورمیٹ پر موجود تھے۔ وہ موبائل اٹھا کر باہر نکل آیا۔

سب ٹی وی لاؤنج میں موجود تھے وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔ راحت صاحب نے ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالی جو بے چین لگ رہا تھا وہ اور غور سے ٹی وی دیکھنے لگے۔

"کھانا لگواؤں افنان!" حفصہ نے پوچھا تھا۔

"جی لگوا لیں، باقی سب کو بھی بلا لیں۔" اس کا انداز سرسری سا تھا۔

"سب ہی تو موجود ہیں۔" حفصہ حیران ہوئی۔

"عنایہ اپنے بھائی کے گھر چلی گئی ہے۔" راحت صاحب کا انداز سرسری سا تھا لیکن اس کے چہرے پر آنے والے تاثرات ناقابل فہم تھے۔

"اچھا ہوا خود ہی چلی گئی ورنہ مجھے نکالنا پڑتا۔" نائلہ منہ بنا کر بولیں تو وہ جھٹکے سے کھڑا ہوا تھا۔

www.pklibrary.com

''افنان کھانا.....'' حفصہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''مجھے بھوک نہیں۔'' وہ تیز تیز ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔ راحت صاحب زیر لب مسکرا کر دوبارہ ٹی وی دیکھنے لگے۔

☆☆☆

وہ اس کے بہت قریب تھا وہ اس کی آنکھوں میں اپنا عکس صاف دیکھ سکتی تھی۔ وہ مسکرا رہا تھا اس نے مسکرا کر اس کا چہرہ چھونے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور پھر چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اس کے پہلو میں کوئی نہیں تھا۔ وہ بیڈ بھی اس کا نہیں تھا، وہ کمرہ بھی اس کا نہیں تھا۔ اس نے سیدھا لیٹتے ہوئے نظریں چھت پر ٹکا دیں۔

''افنان۔'' اس نے دھیرے سے اس کا نام لیا تو آنسو آنکھوں کے کنارے سے نکلتے ہوئے بالوں میں جذب ہونے لگے۔

''کیا محبت ایسی ہوتی ہے افنان! کہ ایک غلط فہمی سے ختم ہو جائے۔'' وہ اس کے تصور سے مخاطب تھی۔ ''سب کی سن کر مجھے کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر فیصلہ کر لیا مجھے چھوڑنے کا، مجھ سے تو پوچھتے میں کیا چاہتی ہوں کتنی محبت کرتی ہوں آپ سے وہ رو پڑی تھی۔

تین دن سے وہ نوید بھائی کے گھر تھی اس نے ایک دن بھی اس سے رابطہ نہیں کیا تھا اور انکل نے اسے سختی سے منع کیا تھا خود سے رابطہ کرنے سے انتظار کر کے اس کا برا حال تھا۔

پل پل گنتی وہ مایوسی ہو رہی تھی اور یہی مایوسی اسے انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کر رہی تھی۔ وہ بے چینی سے اٹھی لیکن اگلے ہی پل نڈھال ہو کر دوبارہ بیٹھ گئی اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ وہ گہرے گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کر رہی تھی جب سعدیہ بھابھی اندر داخل ہوئیں اور اس کے چہرے کا متغیر رنگ دیکھ کر تیزی سے اس کی طرف بڑھیں۔

''کیا ہوا عنایہ؟ طبیعت ٹھیک ہے۔'' انہوں نے اس کی پیشانی کو چھوا جو بالکل سرد تھی۔

''تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی کل سے دیکھ رہی ہوں رنگت پیلی پڑ گئی ہے۔ اٹھو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔''

''نہیں بھابھی مجھے ڈاکٹر کی ضرورت نہیں جس کی مجھے سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ تو مجھے چھوڑ گیا ہے۔ افنان تو کہتے تھے وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتے اب پتا نہیں کیسے رہ رہے ہیں۔''

وہ اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔

''بیٹا! حوصلہ رکھو ایسے ہمت نہیں ہارتے، میں نے نوید کو کتنا سمجھایا تھا کہ انہیں حقیقت بتا دیں لیکن انہوں نے اپنی من مانی کی اب سزا تم بھگت رہی ہو۔''

سعدیہ کو جب سے عنایہ آئی تھی اسی بات کا افسوس ہو رہا تھا۔

''بھابھی! میں نے انکل کو سب بتا دیا تھا لیکن انہوں نے افنان کو نہیں بتایا اور میں اب تک یہی سمجھتی رہی افنان سب جانتے ہیں۔ اسی وجہ سے میں اتنی نڈر ہو گئی۔ میں بھول گئی تھی میرے تو اپنے ہی میرے دشمن ہیں۔'' کچھ دیر کے لیے سعدیہ کچھ بول ہی نہیں سکیں۔

''یہ سب سونیا کا کیا دھرا ہے؟''

''میں نے ہمیشہ انہیں معاف کیا ہے بھابھی لیکن اس بار میں خود میں ہمت نہیں کر پا رہی کہ انہیں معاف کر دوں ان دونوں بہن بھائی نے مل کر یہ پلان کیا ہے اور شاید کامیاب بھی ہو گئے ہوں جب میں باہر نکلی حماد افنان سے بات کر رہا تھا یقیناً اس نے کچھ برا کہا جو افنان مجھ سے بات نہیں کر رہے ورنہ وہ تو مجھ سے خفا نہیں ہو سکتے۔''

کہہ کر وہ بری طرح رونے لگی۔

''پتا نہیں عنایہ! خوشیاں تمہیں راس کیوں نہیں آتیں۔'' وہ اس کا سر کندھے سے لگاتے ہوئے بولیں۔

☆☆☆

www.pklibrary.com

وہ آج بھی ناشتا کیے بغیر نکل گیا تھا۔ نائلہ نے پریشانی سے اس کو جاتے دیکھا اور پھر غصے سے اپنے شوہر کو جو بڑے آرام سے ناشتہ کر رہے تھے۔

"آپ ادھر آرام سے ناشتا کر رہے ہیں۔ کچھ کریں، اتنے سے دنوں میں میرے بچے کی کیا حالت ہوگئی ہے۔"

"تو میں کیا کر سکتا ہوں۔" وہ چائے پیتے ہوئے بولے۔

"تو اور کون کرے گا آپ نے اسے پھنسایا ہے اس رشتے میں۔"

"میں نے نہیں اس کی اپنی مرضی تھی۔"

"جو بھی تھا اب ختم کروائیں یہ سب، مجھے اب اس لڑکی کو اس گھر میں واپس نہیں لانا۔"

راحت صاحب نے ایک نظر نائلہ کو دیکھا اور کوئی بھی جواب دیے بغیر کھڑے ہوگئے۔

☆☆☆

ان کو آتا دیکھ کر اس نے فون بند کر دیا تھا اور ان کا بات کرنے کا موڈ دیکھ کر اس نے لیپ ٹاپ بند کر کے پیچھے کھسکا دیا تھا۔

"کیا سوچا ہے تم نے پھر؟"

"کس بارے میں؟" وہ نظریں چرا کر بولا۔

"عنایہ کے بارے میں۔" وہ خاموش رہا تھا۔

"تمہاری ماں کو لگتا ہے۔ میں نے تمہیں اس رشتے میں پھنسایا ہے حالانکہ مرضی تمہاری اپنی تھی۔ غلطی میری تھی جو تمہارا یقین کر کے عنایہ سے تمہاری شادی کروادی۔ تمہاری محبت تو ایک طلاق کا لفظ سن کر ہی اڑن چھو ہوگئی۔"

"ڈیڈی!" وہ ناراضی سے بولا۔

"کیا ڈیڈی! میں نے کہا تھا افنان! مجھے عنایہ کے سامنے شرمندہ مت کروانا نہ اس کا بھروسا توڑنا جو اسے تم پر ہے لیکن اب....." انہیں اچانک غصہ آ گیا تو انہوں نے ہونٹ بھینچ لیے۔ "خیر یہاں میں تمہاری ماں کا پیغام دینے آیا ہوں تمہاری ماں چاہتی ہے یہ رشتہ ختم ہو جائے اور مجھے لگتا ہے تم بھی یہی چاہتے ہو۔"

"ڈیڈی!"

"کیا ڈیڈی! غلط تو نہیں کہہ رہا، کتنی محبت کرتی ہے وہ لڑکی تم سے اور تم....."

"تو میں نہیں کرتا کیا؟" وہ اسی ناراضی سے بولا۔

"لگتا تو نہیں، اس کے بغیر کتنے آرام سے رہ رہے ہو۔"

"آپ کو لگتا ہے میں آرام سے ہوں جب سے گئی ہے، ایک دن آرام سے نہیں سویا۔ میں انسان ہوں ڈیڈی! اتنی بڑی بات سامنے آئی تھی تو میں کیسے ری ایکٹ کرتا۔ کیا چپ بھی نہیں رہ سکتا۔ میں اس سے اس وجہ سے ناراض ہوں۔ اس نے آپ کو بتایا، مجھے کیوں نہیں۔ شادی کے بعد بتا دیتی تو یوں کسی اور کے منہ سے سن کر میں یوں شاکڈ نہ ہوتا جب سب اس پر الزام تراشی کر رہے تھے اس کے لیے بول تو سکتا۔ وہ گھٹیا آدمی اتنی فضول باتیں کر کے گیا میں اسے جواب ہی نہیں دے سکا۔ کیسے دیتا میں کچھ جانتا ہی نہیں تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ عنایہ میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ وہ مجھے بتائے بغیر اپنے بھائی کے گھر چلی گئی۔ اس کو اب میں کیا سمجھوں۔" وہ جیسے بھرا بیٹھا تھا۔

راحت صاحب مسکرا دیے۔ "میں نے اسے جانے کو کہا تھا۔"

"کیوں؟" وہ غصے سے بولا۔

"تو کیا اسے تمہارا اور تمہاری ماں کا سوجا ہوا منہ دیکھنے کے لیے بٹھائے رکھتا۔ تم خود باہر چلے جاتے تھے۔ پیچھے سے تمہاری ماں اسے کیسی کیسی باتیں سناتی تھی۔ تمہارے بھروسے سے آئی تھی۔ تم اس کی ڈھال تھے اور تم نے اسے اکیلا چھوڑ دیا تو وہ کیا کرتی۔"

"مجھ سے بات کر لیتی ڈیڈی۔"

"تو تم کر لیتے۔" وہ سر جھکا گیا۔

"میری بات سنو افنان! تم نے اسے ہرٹ کیا

www.pklibrary.com

ہے۔ وہ تمہیں اب تلخ بھی کہے تو تمہیں برداشت کرنی ہوگی۔"

"میں منالوں گا اسے ڈیڈی! بس آپ میرے ساتھ چلیں۔" وہ اس کا کندھا تھپتھپا کر اس کے ساتھ چل پڑے تھے۔

☆☆☆

بیل بجانے کے بعد انہوں نے دائیں طرف کھڑے افنان کو دیکھا جو دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے اضطرابی انداز میں کھڑا تھا۔

"ڈر رہے ہو۔"

"ڈیڈی! پلیز۔" ان کے مذاق اڑانے والے انداز پر وہ روٹھے پن سے بولا۔ تب ہی گیٹ کھلا تھا اور ان کو سامنے دیکھ کر سبین کا رنگ اڑ گیا تھا۔

"خیریت ہے۔" افنان نے چونک کر پوچھا۔

"جی، آپ اندر آئیں۔" وہ گھبراہٹ پر قابو پا کر بولی۔

"عنایہ کدھر ہے؟" رحمت صاحب نے اندر آتے ہوئے پوچھا۔

"ڈرائنگ روم میں ہیں۔"

"کوئی آیا ہوا ہے۔"

"جی نبیل بھائی ہیں۔" وہ نظریں چرا کر بولی۔

"اوکے، اسے مت بتانا ہم آئے ہیں۔ ہم یہاں اس کا ویٹ کر لیتے ہیں۔" وہ صوفے پر بیٹھے جبکہ سبین اب ہاتھ مروڑتی کچھ پریشان نظر آ رہی تھی۔

"کوئی بات ہے سبین؟" نا جانے کیوں افنان کو کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ تب ہی نبیل کے زور سے بولنے کی آواز آئی تھی۔

وہ تینوں چونک کر ادھر دیکھنے لگے۔ سبین کے پیچھے وہ دونوں بھی ڈرائنگ روم کی طرف بڑھے لیکن عنایہ کی آواز سن کر وہ دونوں باہر ہی رک گئے تھے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کیوں آپ لوگ بار بار میرے زخموں پر نمک چھڑکنے کے لیے اسے میرے سامنے لے آتے ہیں۔"

"میں لے کر آیا ہوں انہیں، تم مجھے سچ بتاؤ۔ اس دن جو ہوا تھا اس میں سونیا شامل تھی کہ نہیں؟" عنایہ نے ایک نظر سونیا پر ڈالی جو بڑی نخوت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"بھائی آج تک میری زندگی میں جو بھی مصیبتیں آئی ہیں وہ سونیا بھابھی کی وجہ سے آئی ہیں۔" اب کے سونیا نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کا خیال تھا وہ آج بھی چپ رہے گی۔

"اب تک جو بھی ہوتا رہا۔ میں چپ چاپ برداشت کرتی رہی لیکن اب میری برداشت جواب دے گئی ہے۔ تھک گئی ہوں، اپنی ذات کی صفائیاں دیتے دیتے۔ آپ جاننا چاہتے تھے نا نوید بھائی کہ میں اس دن حماد کے گھر کیوں گئی۔ مجھے وہاں لے جانے والی سونیا بھابھی تھیں۔"

"یہ جھوٹ بول رہی ہے۔" سونیا ایک دم چیخی۔

"تم چپ رہو۔" نوید نے انگلی اٹھا کر اسے بولنے سے روکا۔ "انہوں نے مجھے کہا کہ حماد نے اپنی جان لینے کی کوشش کی ہے۔ وہ آخری بار مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی میری غلطی نہیں مجھے نہیں جانا چاہیے تھا لیکن میری نیت غلط نہیں تھی مجھے کیا پتا تھا سونیا بھابھی پیار ہمدردی کی آڑ میں میرے ساتھ کیا کرنا چاہ رہی ہیں۔ میں صرف حماد کو منع کرنے گئی تھی لیکن ان دونوں کا پلان کیا تھا۔ میں نہیں جانتی تھی۔ میں اس وقت چیختی رہی لیکن کسی نے میری ایک نہیں سنی۔ ابا جی نے کہا میں مر گئی ان کے لیے اور بھائی میں واقعی مر گئی تھی کیونکہ میرے اپنوں نے میرا یقین نہیں کیا تھا۔

یہ پاگلوں کی طرح مجھے مارتا رہا، بھوکا رکھتا تھا مجھے میں سب چپ چاپ برداشت کرتی رہی۔ لیکن جب اس نے میرے کردار پر بات کی تو پہلی بار میں بولی بس اتنا کہ تم غلط کہہ رہے ہو۔ اس نے مجھے جانوروں کی طرح مارا۔ میرے سارے جسم پر نیل تھے۔ آپ اس بات کے گواہ ہیں نوید بھائی! اگر میری روح اور جسم کو اس شخص نے لہولہان کیا تو سونیا بھابھی

www.pklibrary.com

ان کی تائی اس میں پوری طرح شامل تھیں۔ یہ لوگوں کے سامنے میرے کردار کی ایسی تصویر کشی کریں کہ لوگ مجھے بدکردار ہی سمجھتے۔ اس لیے تو کوئی مجھ سے رشتہ نہیں جوڑتا تھا اور اگر اللہ نے مجھے معاف کر کے افنان کو میری زندگی میں شامل کیا تو پھر ان لوگوں کو برداشت نہیں ہوا۔ گھر بلا کر ان کو میرے بارے میں بتایا اور یہ شخص اس نے مجھے دھمکیاں دے دے کر مجھے کتنا ٹارچر کیا ہے۔ مجھے پتا ہے۔"

"یہ میں کیا سن رہا ہوں نبیل؟" نوید نے غصے سے نبیل کو دیکھا جوان انکشافات پر ہکا بکا بیٹھا تھا۔

"میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا بھائی! یہ اتنی خطرناک، مکار عورت ہے۔ یہ مجھے یہ کہہ کر یہاں لائی تھی کہ آنٹی اور حماد کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ معافی مانگنا چاہتے ہیں۔"

"میں نے غلط نہیں کہا، حماد معافی مانگنا چاہتا ہے۔ اپنی غلطی کا کفارہ کرنا چاہتا ہے۔" سونیا جلدی سے بولی۔

"کیسا کفارہ۔" نوید بھائی ماتھے پر بل ڈال کر بولے۔

"میں عنایہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اندر جتنے لوگ تھے ان کو سانپ سونگھ گیا تھا جبکہ باہر کھڑے افنان کی مٹھیاں بھنچ گئی تھیں۔

"یہ آج قتل ہو جائے گا میرے ہاتھوں۔" نوید غصے سے آگے بڑھا۔

"عنایہ کی شادی ہو چکی ہے۔" کب کی خاموش بیٹھی سعدیہ نے پہلے نوید کا بازو پکڑ کر انہیں روکا پھر حماد کی طرف دیکھا۔

"جانتا ہوں، اسی لیے کہہ رہا ہوں وہ اپنے شوہر سے طلاق لے کر مجھ سے دوبارہ شادی کر لے۔"

افنان نے ایسی نظروں سے راحت صاحب کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو، یہ آدمی پاگل تو نہیں۔ انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے کول ڈاؤن رہنے کو کہا تھا۔ حماد عنایہ کی طرف بڑھا تھا۔

"عنایہ! میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ میں بہت پچھتا رہا ہوں۔ ایک دفعہ معاف کر کے میرے پاس واپس آ جاؤ۔ میں کبھی تمہیں کوئی تکلیف نہیں دوں گا، جیسے تم کہو گی ویسے کروں گا۔"

عنایہ نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا "پہلے مجھے تم سے بہت ڈر لگتا تھا لیکن اب مجھے تم سے گھن آ رہی ہے میں مر کر بھی تمہارے پاس واپس نہ آؤں۔ میں اپنے شوہر کے ساتھ بہت خوش ہوں۔"

"کیسا شوہر۔" وہ جو ابھی کھکھیا رہا تھا۔ جارحانہ انداز میں بولا۔ "وہ شوہر جس کی محبت کا تم دم دم بھرتی ہو، جس پر تمہیں بڑا مان تھا۔ وہ شوہر جس نے تمہارا ماضی جان کر تمہیں گھر سے نکال دیا۔"

اب کے نوید اور نبیل نے چونک کر اسے دیکھا اس نے یہی کہا تھا وہ کچھ دن ان کے ساتھ رہنے آئی ہے۔

"انہوں نے مجھے نہیں نکالا میں خود آئی ہوں۔"

"واہ!" وہ طنزیہ ہنسا۔

"تم آئیں یا اس نے نکالا بات تو ایک ہے۔ صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اب اس کے گھر اور دل میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں۔ اب تم جتنا بھی جھوٹ بولو، میں سب جانتا ہوں۔ میں نے خود تمہارے بارے میں اس سے ایسی باتیں کی ہیں کہ وہ پلٹ کر تمہیں دیکھے گا بھی نہیں اور دیکھو ایسا ہی ہوا ہے۔ اب تمہارے پاس ایک ہی راستہ ہے۔ اس سے پہلے وہ تمہیں چھوڑے تم اسے چھوڑ دو۔"

عنایہ کا سر ایک بار پھر چکرانے لگا تھا وہ بے اختیار سر تھام کر صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ جبکہ اندر چھائی خاموشی پر افنان کا دل ڈوب گیا تھا۔ سعدیہ بے اختیار عنایہ کی طرف بڑھی۔

"نوید! کیوں مذاق بنایا ہوا ہے اس بچی کی زندگی کو۔ کیوں بار بار اسے آزماتے ہیں جو بکواس یہ کر رہا ہے۔ وہ ناممکن ہے۔ آپ ان لوگوں سے کہیں نکل جائیں یہاں سے۔"

www.pklibrary.com

انہوں نے عنایہ کو بازو کے گھیرے میں لے کر دیا تھا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے اور اپنی ماں اور بہن کو بھی ساتھ لے کر جاؤ۔" نبیل کے کہنے پر سونیا نے بے یقینی سے اپنے شوہر کو دیکھا۔

"نبیل! میرا قصور کیا ہے؟"

"ابھی بھی تم اپنا قصور پوچھ رہی ہو سونیا! میں ابھی تمہیں طلاق دیتا ہوں۔"

"بھائی!" وہ چکراتے سر کے ساتھ چیخی تھی۔

"نہیں بھائی آپ یہ گناہ مت کریں۔"

نبیل نے ہونٹ بھینچ لیے تھے اور نوید کی طرف مڑا۔

"بھائی! اس سے کہیں میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹ جائے ورنہ میں کچھ غلط کر دوں گا۔"

نبیل نے ایک نفرت بھری نظر اس پر ڈالی۔

"نکل جاؤ میرے گھر سے۔" نوید بھائی کے چیخنے پر وہ مزید سعدیہ بھابھی سے لپٹ گئی۔

"یاد رکھنا عنایہ! اگر تم میری نہیں ہوئیں تو میں تمہیں کسی اور کا بھی نہیں رہنے دوں گا۔ میں بھی تمہیں خوش نہیں رہنے دوں گا۔" وہ اب دھمکیوں پر اتر آیا تھا جبکہ سونیا اور اس کی ماں اسے گھسیٹ کر باہر لے جا رہے تھے۔

"عنایہ! تم ٹھیک ہو۔" نوید بھائی نے جھک کر اس کا چہرہ دیکھا جو بالکل سفید پڑ گیا تھا۔

"سعدیہ! اسے اندر لے جاؤ۔" وہ بمشکل اٹھی تھی۔ لیکن سامنے کھڑے افنان اور راحت صاحب کو دیکھ کر اس کی ہمت جیسے جواب دے گئی تھی وہ سعدیہ کے بازوؤں سے پھسلتی ہوئی زمین پر گری تھی۔

☆☆☆

"تم لوگوں کی کوئی لڑائی ہوئی ہے افنان؟" کب سے خاموش بیٹھے افنان کو دیکھتے ہوئے نوید بھائی بول پڑے تھے وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"نہیں۔"

"تو پھر عنایہ اتنے دن سے یہاں کیوں ہے۔"

"میں نے بھیجا تھا۔" اس کے بولنے سے پہلے راحت صاحب بول پڑے تھے۔

"اس دن نبیل کے گھر جو حقیقت پتا چلی تھی، نائلہ بہت اپ سیٹ تھی اور میں نہیں چاہتا تھا۔ وہ کچھ الٹا سیدھا عنایہ کے سامنے بولے جس سے وہ ہرٹ ہو اس لیے میں نے اسے کہا کہ اپنے گھر چلی جائے۔" نوید صاحب نے گہرا سانس لیا۔

تب ہی ڈاکٹر کے ساتھ سعدیہ باہر آئی تھی۔

"کب سے ان کی طبیعت خراب ہے۔"

"چار دن ہو گئے ہیں، دیکھ رہی ہوں اچانک اسے چکر آنے لگتے تھے۔ کیا کوئی پریشانی والی بات ہے؟" سعدیہ بھابھی پریشانی سے بولیں۔

"بہت ویک ہے۔

"ایسا لگتا ہے عنایہ ٹھیک سے کھانا نہیں کھاتی حالانکہ ایسی کنڈیشن میں زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"میں سمجھی نہیں ڈاکٹر۔"

"شی از پریگننٹ آپ کو نہیں پتا۔" ڈاکٹر الٹا ان سے پوچھنے لگی۔ سعدیہ نے بے ساختہ نظروں سے افنان کو دیکھا لیکن اس کے چہرے سے لگ رہا تھا وہ بھی اس بات سے بے خبر ہے۔

☆☆☆

سبین گھبرائی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی۔

"کیا ہوا؟" وہ گھبرا کر کھڑی ہوئیں۔

"سونیا چچی کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔"

"الٰہی خیر!" سعدیہ نے بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھا۔

"ان کے ساتھ حماد بھی تھا۔" سبین نے کہتے ہوئے کن اکھیوں سے عنایہ کو دیکھا۔ "اس کی موقع پر ڈیتھ ہو گئی جبکہ چچی کی حالت کریٹیکل ہے۔ پاپا ہسپتال جا رہے ہیں۔ آپ کو بلا رہے ہیں۔" سعدیہ نے عنایہ کی طرف دیکھا۔

"آپ جائیں بھابھی! میں ٹھیک ہوں۔" وہ

www.pklibrary.com

نارمل انداز میں بولی تو سعدیہ سر ہلا کر باہر نکل گئی۔

☆☆☆

نائلہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، وہ کیسے ری ایکٹ کریں۔

"یہ ہو کیا رہا ہے، میں کوئی غیر ہوں جو اتنی بڑی خبریں مجھے سب سے آخر میں ملتی ہیں۔" وہ باری باری اپنے شوہر اور بیٹے کا منہ دیکھ رہی تھیں۔

"تمہیں بھی ابھی پتا چلا ہے۔" راحت صاحب کے کہنے پر وہ افنان کو دیکھنے لگیں۔

"تمہیں بھی نہیں پتا تھا۔" وہ سر نفی میں ہلا کر دوبارہ مراقبہ میں چلا گیا۔

"آپ کو اسے گھر لے کر آنا چاہیے تھا۔" نائلہ کے کہنے پر وہ ابرو اچکا کر انہیں دیکھنے لگے۔

"کیوں، تم تو اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی تھیں۔"

"آپ تو ہر بات دل پر لگا کر بیٹھ جاتے ہیں غصے میں انسان کے منہ سے الٹا سیدھا نکل جاتا ہے۔ ورنہ وہ بچی تو بڑی اچھی اور نیک طبیعت کی ہے اور سب سے بڑی بات وہ میرے افنان کی پسند ہے۔ اس کے بغیر میرے بچے کا اتنا سا منہ نکل آیا ہے۔ اور اب اتنی بڑی خوش خبری آنے والی ہے۔ میں نے سب کچھ معاف کر دیا ہے۔" وہ طمانیت سے مسکراتے ہوئے بولیں۔

"تم نے معاف کیا ہے لیکن اس نے تمہیں معاف نہیں کیا وہ اب اس گھر میں نہیں آنا چاہتی۔" نائلہ کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔

"آپ نے اسے سمجھایا نہیں۔" وہ راحت صاحب سے کہہ رہی تھیں۔

"میں کیوں سمجھاتا غلطی تم دونوں کی ہے۔"

"میں نے کیا کیا ہے ڈیڈی۔" وہ کب سے چپ بیٹھا تھا جھنجھلا کر بولا۔

"یہ بھی میں بتاؤں برخوردار۔"

"چھوڑیں یہ سب افنان تم مٹھائی کا بندوبست کرو میں خود اپنی بہو کو لے کر آتی ہوں۔" افنان اور راحت صاحب نے چونک کر انہیں دیکھا جو خود بخود مسکرا رہی تھیں۔

☆☆☆

نائلہ بیگم کی آمد اس کے لیے حیرانی سے زیادہ پریشانی کا باعث تھی۔ وہ سست قدموں سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہ سعدیہ بھابھی سے سونیا بھابھی کی موت کا افسوس کر رہی تھیں جب وہ اندر آئی تو انہوں نے بڑے والہانہ انداز میں اسے خود سے لپٹا لیا تھا۔ وہ حیران ہوتی ہوئی ان کے ساتھ بیٹھ گئی وہ اب اس کا ہاتھ تھامے سونیا بھابھی کا افسوس کر رہی تھیں۔

"اللہ کی مرضی کے آگے انسان بے بس ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اہل خانہ کو صبر دے۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گئیں۔ انہوں نے مدد طلب نظروں سے راحت صاحب کو دیکھا جو نظروں کا زاویہ بدل کر انجان بن گئے تھے۔

"بیٹا ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔" وہ گلا کھنکھار کر بولیں تو عنایہ نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"دیکھو بیٹا! اس سے پہلے تم کچھ کہو میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"جو کچھ ہوا وہ اتنا اچانک اور شاکنگ تھا کہ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ مجھے پتا ہے میں کچھ زیادہ ہی بول گئی تھی۔ جو ماضی میں ہوا ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں تم میرے افنان کی بیوی ہو میرے ہونے والے پوتے پوتی کی ماں ہو ہمارے گھر کی عزت ہو میں نہیں چاہتی میری غلطی کی سزا افنان کو ملے وہ بہت پریشان ہے۔" عنایہ نے بے ساختہ پہلو بدلا۔

"پلیز آنٹی آپ میری ماں کی طرح ہیں۔"

"تو بیٹا ماں تو اولاد کو بہت کچھ کہتی ہیں تم اچھی بیٹی بن کر ماں کو معاف کر دو۔" عنایہ نے ایک نظر ان کا چہرہ دیکھا اور روتے ہوئے ان کے گلے لگ گئی۔

"بس بیٹا رو کر مجھے شرمندہ نہ کرو۔ تمہیں پتا

www.pklibrary.com

ہے افنان کے بعد پہلی بار ہمارے گھر کوئی بچہ آ رہا ہے، میں اتنی خوش ہوں کہ بتا نہیں سکتی جب راحت نے مجھے بتایا تو میں خود کو روک نہیں سکی۔ میں چاہتی ہوں تم گھر آ جاؤ تم اور حفصہ ہی تو میرے گھر کی رونق ہو۔"

وہ اسے ساتھ لگائے کچھ اور بھی کہہ رہی تھیں جبکہ راحت صاحب نے طمانیت سے مسکراتے ہوئے سعدیہ کو دیکھا۔ "سچ کہتے ہیں اصل سے سود پیارا ہوتا ہے ابھی بچہ آیا نہیں اور کایا پلٹ گئی ہے، آج میری بیگم کے منہ سے آگ کے بجائے پھول برس رہے ہیں۔"

"راحت آپ کبھی بھی طنز کرنے سے باز نہیں آتے۔" نائلہ نے ناراضی سے انہیں دیکھا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

☆☆☆

جب وہ گھر آئی تو اتنی چاہت سے اس کا استقبال کیا گیا کہ وہ شرمندہ ہو کر رہ گئی۔ لیکن جسے سب سے پہلے یہاں ہونا چاہیے تھا وہ ہی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا اس کا دل ابھی بھی اس کی طرف سے صاف نہیں ہوا تھا۔ اس کا دل ایک دم بجھ کر رہ گیا۔ نائلہ نے اس کا چہرہ دیکھا جو تھکا تھکا لگ رہا تھا۔

"جاؤ بیٹا! تم جا کر آرام کرو۔"

"جی۔" وہ سست قدموں سے چلتی ہوئی اپنے کمرے تک آئی۔ دروازہ کھولتے ہی اسے جھٹکا لگا تھا۔

سارا کمرہ پھولوں سے سجا تھا اور جگہ جگہ کینڈل جل رہی تھیں، جو ماحول کو رومانٹک بنا رہی تھیں۔ اس کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی تھی۔ وہ کمرے کے وسط میں کھڑی حیران نظروں سے سب دیکھ رہی تھی لیکن دائیں طرف نظر پڑتے ہی وہ ساکت ہو گئی تھی وہ جانے کب سے کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ نظریں جھکا کر رخ بھی بدل گئی تھی اور بیڈ کے قریب جا کر تکیہ اٹھا کر صوفے کی طرف بڑھنے لگی جب وہ اس کے بالکل سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ دائیں طرف ہوئی تو وہ پھر آگے آ گیا وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی تب ہی اس نے تکیہ اس کے ہاتھ سے لے کر واپس بیڈ پر پھینک دیا اور اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"ناراض ہو؟" اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ روئے گی نہیں لیکن اسے اچانک بہت رونا آ رہا تھا اور ضبط کرنے کے چکر میں اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ وہ ناراضی سے ہاتھ کھینچنے لگی تھی لیکن اس کی گرفت سخت تھی اب وہ اسے بازو کے گھیرے میں لے کر بیڈ تک لے آیا تھا اسے بٹھا کر خود وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"ناراض ہو مجھ سے؟"

"مجھے ایسا کوئی حق نہیں کہ میں ناراض ہوں، ناراض ان سے ہوا جاتا جن پر مان ہو جبکہ میرا مان تو آپ نے توڑ دیا جب آپ دوسروں کی باتوں پر یقین کر کے مجھ سے بدگمان ہوئے صرف ایک طلاق کا لفظ سن کر آپ کی محبت ختم ہو گئی۔ میں نے تو آپ کے ساتھ کوئی بے ایمانی نہیں کی تھی میں نے سچ بتا دیا تھا۔ وہ الگ بات ہے۔ وہ آپ تک نہیں پہنچا۔ مجھے جب سب سے زیادہ آپ کی ضرورت تھی۔ آپ نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا یہ جانے بغیر میں کتنی اذیت میں ہوں۔ یہ ڈر آپ مجھے چھوڑ دیں گے کیسے مجھے ختم کر رہا تھا۔ اب بھی آپ مجھے لینے نہیں آئے آنٹی انکل آئے۔ وہ بھی شاید اس لیے کہ میں ان کو ان کا وارث دینے والی ہوں۔ ورنہ میری ضرورت تو کسی کو نہیں۔"

کہنے کے بعد اس کا حوصلہ ختم ہو گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی تھی۔ افنان کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا جب اسے لگا کہ وہ بھڑاس نکال چکی ہے تو اس کے دونوں ہاتھ چہرے سے ہٹا کر اسے دیکھنے لگا جس کا سارا چہرہ نم تھا۔ اس نے بڑے پیار سے اس کے آنسو صاف کیے تھے۔

www.pklibrary.com

''اب میں کچھ بولوں۔ اتنی جلدی تمہارا مان ٹوٹ گیا۔ تم مجھے بتاؤ میں نے کہاں تمہارا مان توڑا؟ میں انسان ہوں عنایہ! شک تو ولیوں کے دل میں بھی آجاتا ہے میں تو پھر انسان ہوں۔ لیکن اللہ گواہ ہے نہ تو میں نے تم پر شک کیا اور نہ ہی بدگمان ہوا، نہ یہ جان کر کہ تمہاری پہلے شادی ہوئی ہے میری محبت کم ہوئی۔ بلکہ تمہارے دور جانے سے مجھے پتا چلا میں تمہیں کتنا چاہتا ہوں۔ میں بس شاکڈ ہوگیا تھا اتنی اچانک وہ بات میرے سامنے آئی کہ میں بلینک ہوگیا تھا۔ لیکن تم خود بتاؤ کیا یہ سب جان کر میں نے تمہاری ڈس رسپکٹ کی۔ تمہیں کوئی طعنہ دیا۔ کوئی اذیت پہنچائی میں بس خاموش ہوگیا تھا۔ اور جہاں تک پوچھنے کی بات ہے تو میں تب پوچھتا جب مجھے تمہارے ماضی کو لے کر کوئی ایشو بنانا ہوتا۔

مجھے بس غصہ اس بات کا تھا تم نے سب ڈیڈی کو بتایا مجھے نہیں چلو مان لیا شادی سے پہلے تمہیں میری کسی عادت کا پتا نہیں تھا۔ لیکن بعد میں تو تم بتا سکتی تھیں نا۔ اگر تم مجھے سب بتا دیتی تو میں اس عورت اور اس آدمی کا منہ توڑ دیتا جو تمہارے خلاف اتنی بکواس کر رہے تھے۔ وہ جب تمہارے بارے میں مجھ سے بات کر رہا تھا نہ میں نے اس کا یقین کیا تھا نہ میں تم سے بدگمان ہوا تھا۔ بس دکھ ہوا تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا کیونکہ جو باتیں وہ کر رہا تھا، میں غصہ کرنے کے باوجود اسے کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ ایک شکایت اور بھی ہے مجھے تم سے جب تمہیں پتا ہے کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا پھر تم مجھے بتائے بغیر کیوں نوید بھائی کی طرف گئیں۔ کیا میں ہرٹ نہیں ہوسکتا۔''

عنایہ جو پلکیں جھپکے بغیر اسے دیکھ اور سن رہی تھی جلدی سے بولی۔

''مجھے انکل نے جانے کو کہا تھا۔''

''اب خود دیکھ لو کس نے کس کا مان توڑا ہے۔ کیا تم مجھ سے نہیں کہہ سکتی تھیں۔ اس وقت جتنی تکلیف میں تم تھیں۔ میں بھی تھا۔ کیا اس مشکل وقت میں تمہیں مجھے چھوڑ کر جانا چاہیے تھا۔''

''سوری!'' اس کے استفسار پر وہ شرمندہ ہو کر بولی۔ وہ اتنی ہی سادہ اور صاف دل کی تھی افنان اسے دیکھ کر رہ گیا۔

''تم نے مجھے میرے بچے کے بارے میں نہیں بتایا۔''

''وہ مجھے بھی نہیں پتا تھا۔'' اب کے وہ سر جھکا کر دھیمی آواز میں بولی۔ افنان کتنی دیر تک اس کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹا سکا۔ وہ اب بھی اس سے شرما رہی تھی۔ افنان نے گہرا سانس لیا۔

''اگر ابھی بھی تمہارا دل صاف نہیں ہوا تو تم جو چاہے مجھے سزا دے سکتی ہو بس مجھے چھوڑ کر نہ جانا۔''

عنایہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اس کے دیکھنے پر اس نے دونوں کان پکڑ لیے تھے۔ اس کی آنکھیں نم پانی سے بھرنے لگیں وہ ایک دم روتے ہوئے اس کے سینے سے لگ گئی۔

''آپ کا دل بہت بڑا ہے افنان! پتا نہیں میری کس نیکی کے صلے میں اللہ نے آپ جیسا شخص میرے نصیب میں لکھ دیا۔ میرے بارے میں اتنا کچھ جان کر بھی آپ نے مجھ پر شک نہیں کیا مجھے طعنے نہیں دیئے پھر بھی مجھے اپنا لیا۔''

''عنایہ! آئندہ یہ بات کبھی نہیں ہوگی۔ ماضی اب ہمارے حال اور مستقبل کے درمیان کبھی نہیں آئے گا۔ تم میری بیوی ہو، میری محبت ہو اور میرے ڈھیر سارے ہونے والے بچوں کی ماں ہوں۔ میں ہمیشہ تمہیں اتنا ہی پیار کروں گا چاہے میں نوے سال کا ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔''

وہ اس کے گرد اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے بولا تو وہ روتے روتے کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ اسے پتا چل گیا تھا اگر محبت ہو تو کوئی بدگمانی دو لوگوں کے درمیان نہیں آسکتی۔